نام کتاب ...... النکاح من سنتی
تالیف ...... عزیز احمد صدیقی
ناشر ...... مکتبہ جاء الحق کراچی
کاتب ...... صلاح الدین طور
طابع ......
سال اشاعت ...... 1993ء
تعداد ...... ۱۰۰۰

[redacted]

النکاح من سنتی

حیات سیدہ خدیجہ
حیات سیدہ عائشہ صدیقہ
تحقیق اہل بیت رسول ﷺ
حیات سیدہ سکینہ
فلسفہ آل محمد
اسباط بنی اسرائیل
نمازیں درست کرلو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمُّ المؤمنین

# سیدۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا

و دیگر

اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

از

عزیز احمد صدیقی

مکتبہ جاء الحق ——— ۱۔ جے ۱۶/۴ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

# فہرست


۱ وجہ تالیف

۲ ام المومنین سیدہ خدیجہ

۳ بحار الانوار کا بیان

۴ طبری کا بیان

۵ زاد المعاد کا بیان

۶ امیر علی کا بیان

۷ حلبی کا بیان

۸ عباسی کا بیان

۹ جدول کا تجزیہ (اہل بیتِ رسول)

۱۰ حضور کی بیٹیاں

۱۱ امت کی مائیں


نکتہ:- ہمارے جیسے بے علم جب مصلح بنتے ہیں تو عوام کالانعام نام کے آگے پیچھے کوئی دم یا تو بڑا دیکھے بغیر مستند نہیں سمجھتے چنانچہ ہم نے بھی علامہ لکھنا شروع کر دیا۔
ایک لڑکے نے پوچھا علام تو اللہ تعالے کا نام ہے یہ علامہ اس کی مونث ہوئی۔
مجھے بڑی شرم آئی۔ اب میں صرف تلمیذ القرآن ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# وجہ تالیف

استاذی مرحوم علامہ محمود احمد عباسی تاریخ اسلام پر تحقیق فرما رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ کے بحر ذخار سے چند ڈول نکالے تھے کہ دنیا کو پتہ چل گیا کہ یہ سمندر اندر سے سڑ رہا ہے اور سارے کا سارا الجھنے کے لائق ہے۔ مگر افسوس کہ ان کا وقت ختم ہو گیا۔

میرا مضمون تاریخ نہ تھا۔ میں اسلامی دینیات چھاننے پھٹکنے لگا۔ اللہ کا احسان ہے کہ میں نے اپنا کام پورا کر لیا۔ یعنی مسلمانوں کو دین ابراہیمی اور دین نمرودی کا فرق سمجھا دیا۔ اور ان دونوں کو گڈمڈ کرنے کے برے نتائج کی نشان دہی بھی کر دی۔ تاکہ وہ کھرا کھوٹا جانچیں اور اپنی زندگی سنواریں۔ اس سلسلے کی میری آخری کتاب "امنٹ باتیں" ہے۔

احباب کا اصرار ہے کہ دنیا دار العمل ہے۔ جینا ہے تو کام کرو کچھ نہیں تو عباسی صاحب کے کام کو آگے بڑھاؤ۔ ہزار سالہ سازشوں کے جالے جھنکر چند ہاتھ مارنے سے صاف نہ ہوں گے۔ تم صفائی شروع کرو دوسرے ساتھ ہو جائیں گے تو ایک دن اسلام کا یہ کھنڈر بقعۂ نور بن جائے گا۔

ڈرتے ڈرتے پہلا رسالہ حیات سیدہ سکینہ پیش کیا تو مطالبہ ہوا۔ ھل من مزید

ایک دوست ایک کتاب لے آئے کہ دیکھو اس کتاب سے اشاعتِ اسلام مقصود ہے۔ یا اسلام کو رسوا کرنے کے لئے حضور کی حیاتِ طیبہ پر کیچڑ اچھالی ہے اسے پڑھو اور جواب دو۔

کتاب کا نام ہے امہات المومنین، تالیف ہے محمود احمد عواف کی۔ عربی زبان میں بغداد سے شائع ہوئی، اس کا ترجمہ عبدالرشید حنیف نے کیا ہے۔ اور مکتبہ علوم اسلامی سمن آباد جھنگ نے چھاپا ہے۔ کتاب کا تعارف حکیم فیض عالم نے لکھا ہے۔ اور اس خوبی کے ساتھ کہ جو کچھ کمی رہ گئی تھی وہ پوری کر دی۔ یعنی حضورؐ کی چار بیٹیوں کا ثبوت بہم فرمانے کے لئے اپنی خاندانی پوتھی سے تبرائی عبارتیں ڈھونڈھ کر شامل کر دیں۔ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تبرا فرما کر اپنی رگِ شیعیت کو تسکین دے لی۔ آپ اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں اور اسلام کو رسوا کر رہے ہیں۔ اور مسلمان جو دوست اور دشمن میں امتیاز کرنے سے عاری ہیں گمراہ ہو رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے سچ کہا تھا کہ جن لوگوں کے اعصاب پر عورت سوار ہوتی ہے۔ وہ زندگی میں جنسی پہلو کے سوا اور کوئی بات قابلِ توجہ نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ایسے ہی کوئی بزرگ خواجہ رضی حیدر نے شوشہ چھوڑا ہے کہ قائداعظم کی ۲۵ سوانح حیات شائع ہو چکی ہیں۔ مگر ان میں سوائے سیاسی زندگی کے اور کچھ نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کی نجی زندگی پر روشنی ڈالی جائے۔ حریت مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۵ء

یعنی قائداعظم کے انتقال کے تیس سال بعد یار لوگ ان کی نجی زندگی کریدنا چاہتے ہیں کہ ان کا بچپن کتنا رنگین تھا، انکی جوانی کتنی دلوانی تھی، اور بڑھاپا تلخ تھا یا شیریں! اور تلخ تھا تو کیوں اور

ظاہر ہے کہ یہ حالات اخباروں یا رسالوں اور کتابوں میں لکھے ہوئے تو ملتے سے رہے۔ اور صحیح حالات جاننے والے زندہ بھی نہیں ہیں تو لازماً گلی کوچوں میں گھوم کر پوچھے اور رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کئے جائیں گے۔ جو افسوسناک ہوگا۔ ممکن ہے اس سے ان کے اصل کام پر پردہ پڑ جائے۔ اور غالباً اس تجویز کا مقصد یہی ہے۔ ورنہ ہمارے لئے تو صرف اسقدر جاننا کافی تھا کہ وہ کراچی میں پیدا ہوئے انگلستان میں تعلیم پائی، واپس آکر جنگ آزادی میں کود پڑے۔ اور چند سال میں پاکستان حاصل کر لیا۔ تاکہ ہم انگریزوں کے ساتھ ہندوؤں کی معاشی غلامی سے بھی آزاد ہو جائیں۔ پھر ہمیں ایک آزاد ملک اور آزاد ماحول میں اسلامی معاشرے کو پروان چڑھانے کے لئے چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔

بعینہٖ یہی کچھ کوفہ و بغداد کے دورِ عروج میں مجوسیوں اور یہودیوں نے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا۔ یعنی ان کی وفات کے دو سو سال بعد شمائل و سیرت شریف کے نام سے گندہ لٹریچر شائع کرنا شروع کر دیا۔ جس نے اُن کے اصلی کام یعنی تبلیغ اسلام پر پانی پھیر دیا، آج کسی مولوی یا مجتہد سے پوچھئے کہ اصل اسلام کیا ہے تو نہ بتائے گا

کیونکہ دوسرے اسکی تردید کرنے کے لئے موجود ہیں۔ مگر کسی مدرسے کے بچے سے پوچھئے کہ رسول اللہ کی کتنی بیویاں تھیں۔ اور وہ ان کے ساتھ کس طرح رہتے تھے تو فوراً بتلا دیگا۔ کیونکہ اسلامیات میں اسے سب سے پہلے یہی پڑھایا جاتا ہے۔

مذکورہ کتاب میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بظاہر صفائی پیش کرتے ہوئے گیارہ بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم اس چھوٹی

سی کتاب میں ان سب پر تبصرہ نہیں کر سکتے۔ صرف آپ کی پہلی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی پر اپنے تاثرات پیش کرتے ہیں۔ البتہ ضمنی طور پر دوسرے مسائل صاف کرتے جائیں گے جو اس ادارے کی دوسری مطبوعات بنات الرسولؐ اور مقام صحابہؓ کا جواب ہوں تاکہ علیحدہ رسالہ لکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آخر میں مجوسی معاشرے کا تعارف بھی ضروری تھا۔ جس سے ہمارے ردعمل کی وجہ سمجھ میں آجائے۔ والسلام۔

عزیز احمد صدیقی
۱۹۷۶ء کراچی

سیرۃ طیبہ پر سب سے بڑا اعتراض دشمنان اسلام کو آپؐ کی زیادہ شادیوں پر ہے بلکہ وہ دریدہ ذہنی سے قرآن پر معترض ہیں کہ اس نے عام مردوں کو چار چار شادیاں کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

اس کام کے لئے تراجم میں تحریف معنوی کی گئی اور مولوی کو لکھے ہوئے خطبات جمعہ وعیدین اور خطبہ نکاح دے دیئے گئے جنہیں وہ لہک لہک کر پڑھتا ہے اور یاد دلاتا ہے کہ رسولؐ نے دس بارہ بلکہ تیس پینتیس نکاح کئے تھے (طبری) النکاح من سنتی۔ کی پھبتی اسی کی یاد دلاتی ہے۔ اور یہ رسالے اسی کی رد میں لکھے گئے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

از محمود احمد صواف

(اقتباسات ترتیب کتاب کے مطابق ہیں۔ قوسین میں ہمارے تبصرے ہیں)

۱۔ نام۔ خدیجہ۔ لقب طاہرہ۔ جو زمانۂ جاہلیت میں ملا تھا خدیجہ پورے عرب اور اپنے خاندان اور قبیلے میں نجیب الطرفین، حسب نسب شرافت میں صاحبِ منزلت، دولتمند، با اثر اور خوشحال، مستقل مزاج اور انتہائی زیرک تھیں۔ اس لئے ہر ایک کی نگاہ میں قابلِ قدر تھیں۔

(یہ ہجو ملیح ہے۔ یعنی ایسی تعریف جس میں طنز پوشیدہ ہو)

۲۔ نکاح۔ حضرت خدیجہ چالیس برس کی انتہائی با اخلاق بیوہ تھیں۔ موصوفہ کو معززین عرب کے علاوہ خاندان کے شرفا نے نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ (چالیس سالہ بیوہ سے نکاح کے اتنے خواستگار تھے۔ یہ ذہن میں رکھیئے۔)

۳۔ خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ سے آپ کی تجارتی سیرت کی رپورٹ (روئیداد) سنی تو متاثر ہو کر خود پیغامِ نکاح دیا:۔

یاابن عمی انی قد رغبت فیک لقرابتک واما نتک وصدق حدیثک

ترجمہ۔ اے چچا زاد بھائی! میں نے تیرے ساتھ تیری قرابت، امانت و صداقت کی بنا پر یہ فیصلہ کیا ہے۔

(مترجم نے قد رغبت فیک کا ترجمہ فیصلہ کیا ہے لکھا ہے۔ مگر اصلی معنی ہیں، تجھ سے رغبت یا عشق ہوگیا ہے۔ اور یہ چالیس سالہ بیوہ کہہ رہی ہے۔ جو اپنے چچا زاد بھائی سے واقف نہ تھی اپنے غلام کے سفارش کرنے پر مائل ہوئی تھی۔)

۴۔ حق مہر۔ خدیجہ کا حق مہر بیس جوان اونٹ تھے (جو ادا نہ ہوئے)

۵۔ حسن معاشرت۔ خدیجہ نے آپ کی رفاقت میں ۲۵ برس انتہائی نفاست و ظرافت سے بسر کئے۔ جس سے کہا جا سکتا ہے کہ موصوفہ کی زندگی امتیازی اور مثالی تھی۔ اور جناب رسول کریم علیہ السلام نے موصوفہ کے ساتھ عمر طبعی کے پچیس سال ایسے بسر کئے کہ عمر بھر موصوفہ کا تذکرہ کرتے رہے۔ اور موصوفہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی کا تصور بھی نہ کیا۔

(یہ طنز عام مسلمانوں کی سمجھ میں آنے والا نہیں ہے)

۶۔ اولاد۔ خدیجہ کے بطن سے ۴ لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکے قاسم، طیب، طاہر، اور لڑکیاں فاطمۃ الزہرا والدہ حسنین، ام کلثوم، زینب، رقیہ۔

(یہاں ترتیب بدل گئی ہے۔ فاطمہ کو سب سے بڑی صاحبزادی ظاہر کیا گیا ہے۔ تاہم شکر ہے کہ چالیس سالہ بیوہ سے سات اولادیں پیدا ہونے کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہی ہمارے کام کی بات ہے۔)

۷۔ مقصد نکاح۔ اس چالیس سالہ عورت سے شادی کا مقصد لطیف یہ تھا کہ عورت کو جو حقارت اور ذلت سے دیکھا جاتا تھا۔ اسے آپ نے انسانیت اور نبوت کے آئینہ میں عظیم الشان مقام دیدیا۔ خدیجہ کو ام المومنین زوجہ سید المرسلین کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔

(ابھی یہ چالیس سالہ بیوہ عرب کی سب سے زیادہ معزز اور قابل احترام خاتون تھیں، اور اب وہ حقیر و ذلیل ہو کر نکاح ثانی کے ذریعہ عزت و احترام حاصل کر رہی ہیں۔ اسے کیا کہئے گا۔ سادگی یا پرکاری یا مجوسی ذہن کی عیاری جو سمجھتا ہے کہ دوسرے نہیں سمجھتے۔)

۸۔ وفات۔ نبوت کی ترجمان خدیجہ ہجرت سے تین سال قبل ۶۵ سال کی عمر میں دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ (یہ بھی غلط ہے)

آخر کتاب میں ایک نوٹ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی الاصابہ فی تمیز صحابہ۔ ج ۴ ص ۲۷۳ میں لکھتے ہیں۔ ابو ہالہ بن زرارہ نباش بن عدی تمیمی پہلا خاوند خدیجہ کا تھا۔ بعدہٗ عتیق بن عایذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھا۔ ان کے بعد جناب رسول کریم نے عقد کیا مگر قتادہ نے پہلے خاوند کی تائید نہیں کی

(صواف صاحب نے چالیس سالہ بیوہ سے اگلے ۲۵ سال میں پیدا ہونے والے سات بچوں کے نام بتلائے۔ مگر ۱۲ سال سے چالیس سال تک دو شوہروں سے ہونے والی اولاد کا ذکر نہیں کیا۔ پتہ نہیں سہواً ایسا کیا ہے یا عمداً اپنے مسلک سے مجبور ہو کر۔ اور یہی بات مترجم اور ناشر کے بارے میں دریافت طلب ہے۔ تاہم تعارف کتاب میں حکیم صاحب نے کچھ اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ کے متعلق یہ بات تواتر کی حد تک صحیح ہے کہ آپ کا پہلا نکاح عتیق بن عایذ مخزومی سے ہوا اور پہلے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح ابو ہالہ ھند بن نباش تیمی سے ہوا۔ اور ان دونوں سے آپ کے اولاد بھی ہوئی ص۱۔

(یہ شر آمیز وضاحت ہے۔ حکیم صاحب نے شوہروں کے نام الٹ پلٹ دیئے۔ مگر اولاد کے نام نہیں بتلائے۔ کیونکہ اس سے افشائے راز کا خطرہ تھا۔)

کتب سیر میں تفصیل سے درج ہے کہ خدیجہ کے دو بچے تھے۔ جن کے نام ہند اور ہالہ تھے اور ان بچوں کے باپ کا نام عتیق تھا۔ ہالہ کی وجہ سے عتیق کو ابو ہالہ کہا جاتا تھا۔ جیسے حضرت علی کے والد کا نام عبدالمناف تھا۔ مگر چونکہ مناف بت کا نام تھا۔ مسلمانوں کو یہ نام مشرکانہ معلوم ہوا تو انہیں ابو طالب کہنے لگے۔ یعنی طالب کے ابا۔ لوگ طالب کو بھول گئے اور ابوطالب کو یاد رکھا۔ طالب جنگ بدر میں مارے گئے ان کی لاش کا پتہ نہ چل سکا۔ عقیل و عباس گرفتار ہوئے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ طالب کو یہ سعادت نہ ملی، اسلئے اس کا نام ہی برادرانِ علی سے خارج کر دیا گیا۔

عجیب بات ہے کہ حضرت علی کے والد کے دو ناموں سے یہ شک نہیں ہوتا کہ ان کے دو باپ تھے۔ مگر حضرت خدیجہ کے شوہر کے دو نام ہونے سے لوگوں نے یقین کر لیا کہ ان کے دو شوہر مر چکے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ مجوسیوں کو سیدہ خدیجہ کو بڈھی ثابت کرنے کے لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا تھا۔ انہوں نے ایک کی جگہ دو شوہر مار ڈالے۔

افسوس مسلمانوں نے کبھی غور نہ کیا کہ جس عورت کے بطن سے

۸ سال تک صرف دو بچے ہوئے۔ ۵۰ سے ۶۷ سال ... کی عمر تک ۸ بچوں کی ماں کیسے بن سکتی ہے۔ بس آنکھ بند کر کے بزرگوں کی باتوں پر ایمان لاتے رہیے۔ خواہ وہ بزرگ اولیاء الشیطان ہی کیوں نہ ہوں۔

ہم یہی گتھیاں سلجھانے کے لئے یہ کتاب لکھ رہے ہیں کہ عجمی کذب وافترا کا پردہ چاک کیا جائے۔ اور ازواج مطہرات کے سلسلے میں حاشیہ آرائیوں اور خیال آفرینیوں کی اصل غایت سمجھا دی جائے ورنہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک اور سادہ حیاتِ طیبہ ہرگز علیحدہ کتاب کی مقتضی نہ تھی۔ آپ نے ایک فرمانبردار، وفاشعار اور ذمہ دار خاتون خانہ کی طرح زندگی کے ۲۷ سال حضور کی رفاقت اور خدمت میں گذارے۔ قدم قدم پہ اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔ شوہر کے مشن کو سمجھا اور اس میں ممد و معاون بن کر حصہ لیا مگر عجمی مجوسوں نے ان کو بھی نہ بخشا۔ اپنی حاشیہ آرائیوں اور مضمون آفرینی کا ہدف بنایا۔ اور مقصد صرف ایک تھا۔ رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسلام کا مذاق اڑانا۔ اور حضور کی ذات اقدس کو بدنام کرنا اس کا اندازہ کرنے کے لئے آپ کو تھوڑا سا نمونہ شیعوں کی کتاب بحار الانوار سے دیکھنا ہوگا۔

**بحار الانوار کا بیان** ۔ خدیجہ بنت خویلد عرب کی مشہور تاجرہ و ملکہ تھیں۔ ابو طالب نے محمد کو خدیجہ کا مال تجارت دلوایا تھا اور محمد صلعم بعمر ۲۰ تا ۲۵ سال کمی یا مال و اسباب تجارت لیکر غیر ملکوں کو بغرض تجارت گئے تھے۔

(محض ابو طالب کی اہمیت بڑھانے کے لئے۔ سیدہ خدیجہ کو ملکہ عرب اور تاجرہ لکھا ہے۔ تاکہ رعب پڑے کہ ابو طالب کا بڑے

لوگوں پر اثر تھا۔ اور وہ حضور کے مربی و سرپرست تھے۔ جو غلط ہے۔ حضور کے مربی و سرپرست ان کے تایا زبیر بن عبد المطلب تھے جن کے ساتھ حضور مالِ تجارت لیکر دوسرے ممالک جاتے تھے۔ اور ان کے بعد خود تجارت کرتے رہے۔ ابو طالب تو ایسے مفلس تھے کہ خود اپنے بچوں کو پیٹ بھر روٹی دینے سے عاجز تھے۔ اور سفارش کرتے تو اپنے بیٹے طالب و عقیل کی کرتے یا جعفر کی کرتے جو حضرت عباس کی کفالت میں پل رہے تھے۔ سیدہ خدیجہ عرب کی ملکہ کیسے ہو جائیں۔ وہاں بادشاہت کہاں تھی۔ اور بادشاہت تھی تو وہ بنی امیہ کے خاندان میں تھی۔ سردارِ قوم تو ابو سفیان تھے۔ ابو طالب بتوں کی پوجا پاٹ کراتے تھے۔ اور عطر، پھول اور بخور بیچتے تھے۔

۲ - سفر سے واپسی پر میسرہ (غلام خدیجہ) نے حالاتِ سفر منافع تجارت و طرزِ تجارتِ محمد خدیجہ سے بیان کیا۔ خدیجہ نے میسرہ سے کہا تو نے یہ سب صفات محمد کی بیان کر کے میرے شوق کو محمد کے بارے میں بڑھا دیا ہے۔ جا میں نے تجھ کو آزاد کیا۔ اور محمد سے کہا اے محمد میں آپ سے بہت خوش ہوں، آپ کا مجھ پر حق ہے۔ آپ کو کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ میں اسکو پورا کرنے کو تیار ہوں۔ محمد نے کہا۔ میں اپنے چچا سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔

۳ - محمد ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا۔ بیٹا! تم کو خدیجہ نے کیا دیا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ طے ہوا تھا اس سے زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اس پر ابو طالب نے کہا۔ میری آرزو ہے کہ جب میں دنیا سے جاؤں تو تمہارے واسطے دو اونٹ اور دو گھوڑے چھوڑ جاؤں تاکہ

تم شان و شوکت سے زندگی بسر کرو اور تمہارے پاس اتنا سونا چاندی ہو کہ تمہاری شادی عرب کے بہترین گھرانے میں ہو جائے اور تم اس کا مہر ادا کر سکو۔

یہاں اشارہ ہے کہ ابوطالب اپنی بیٹی ام ہانی کا نکاح حضور سے کرنا چاہتے تھے۔ بشرطیکہ مہر میں وہ چیزیں دے سکتے جن کا ذکر ہے مگر یہ غلط ہے۔ ابوطالب نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اور اپنی بیٹی فاختہ (ام ہانی) کا نکاح مخزومیوں میں کر دیا تھا۔

دوسرے دن محمدؐ خدیجہ کے پاس گئے خدیجہ نے عزت و احترام سے آبنوس کی کرسی پر بٹھایا اور کہا اب اپنی حاجت بیان فرمائیے۔ محمد نے شرم سے گردن جھکالی اور اپنے چچا کی باتیں دہرادیں۔

خدیجہ نے کہا اگر میں تمہارے واسطے ایک ایسی عورت تلاش کر دوں جو مال و جمال میں بہترین ہو اور نسب میں تمہارے قریب ہو تو کیا تم راضی ہو جاؤ گے؟ محمد نے پوچھا وہ کون ہے مجھے بتلادو تاکہ اپنے چچا سے اس کا ذکر کر دوں۔

خدیجہ نے کہا اے محمد میں خود کو تمہاری کنیزی میں دینا چاہتی ہوں۔ خدا نے تمہاری محبت میرے دل میں ڈال دی ہے۔ محمد نے پھر شرم سے سر جھکالیا اور چچا سے مشورہ کرنے چلے گئے۔

۴۔ ابوطالب نے سنا تو فرمایا۔ بیٹے تم جانتے ہو کہ خدیجہ بیوہ ہے۔ اس کے دو شوہر مر چکے ہیں۔ مگر رؤساء عرب اس کے خواستگار ہیں۔ وہ متمول ترین خاتون ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ وہ رضامند ہو گی۔ (یعنی ابوطالب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا ام ہانی کی وجہ سے)

۵ ۔ ابولہب نے سنا تو سخت برہم ہوا۔ (یہ خود امیدوار تھا)

۶ ۔ عباس نے کہا اے ابولہب تو محمد کے شرف کو نہیں جانتا۔ اگر خدیجہ کو اپنے مال پہ ناز ہے اور وہ زیادہ مہر طلب کرے گی تو وہ جتنا مہر مانگے گی میں ادا کر دوں گا۔ (یہ تینوں آپ کے چچا ہیں۔ عباس سب سے چھوٹے تھے۔ معلوم نہیں آپس میں کیوں لڑ پڑے۔ جسے مجوسوں نے ٹیپ ریکارڈ کر لیا۔)

۷ ۔ جناب صفیہ (پھوپھی) نے سنا تو کہا میرے بھتیجے کی جو خواہش ہے میں اسے پورا کروں گی۔ چنانچہ وہ اچھے کپڑے پہن کر خدیجہ کے مکان پر گئی۔ پھر خویلد نے ورقہ بن نوفل کو وکیل کیا۔ کعبہ کے گرد اشرافِ مکہ جمع ہوئے۔ اور نکاح ہوا۔ وقت نکاح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر یہ لباس تھا۔

۸ ۔ عمامہ سیاہ سر مبارک پر۔ عبدالمطلب کا قمیص جسم پر حضرت الیاس کی چادر دوش پر، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا عصا دستِ اقدس میں، اور عقیق سرخ کی انگشتری انگشتِ مبارک میں تھی، اور محمد کرسی زرنگار و مرصع پر جلوہ افروز تھے۔

(یعنی کوئی چیز اپنی نہ تھی سب مانگے کی تھیں؛ وہ بھی ایسی پرانی کہ الیاس کی چادر اور ابراہیم کا عصا مانگ لائے تھے۔ نعوذ باللہ)

آگے لکھتا ہے کہ خدیجہ کا مہر معجل علاوہ مہر موجل کے چار لاکھ دینار نقرہ (روپے)، ایک لاکھ ناقہ سیاہ و سرخ، دس خلعت قیمتی اور اٹھائیس غلام۔

(یہ اس غربت کے باوجود کہ کپڑے بھی اپنے نہ تھے)

ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ (غالباً وہی جو ہمارا ملا پڑھتا ہے النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

اور حضرت حمزہ نے دولہا پر درہم نچھاور کئے، تین دن تک ولیمہ جاری رہا۔ آپ کے چچا مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف رہے۔

اس کہانی میں سیدہ خدیجہ کی بیوگی کا ذکر ہے۔ مگر پہلے شوہروں کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے لکھنے کا مقصد سوائے اس کے کیا ہے کہ رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نجی زندگی کا اتنا مذاق اڑایا جائے کہ ان کی تعلیمات کو عجمی عوام کوئی اہمیت نہ دیں اور اثر نہ لیں۔ چنانچہ اپنے شیعہ بھائیوں کو دیکھیے۔ وہ اسلام کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ ان کا کلمہ توحید بھی اسلامی نہیں۔ اور اب سچی حالات اپنے مورخین سے سنیئے

**طبری کا بیان۔** خدیجہ نے کہا، "اے ابن عم میں تمہاری قرابت، شرافت نسب و امانت، حسن اخلاق اور راست بازی کی وجہ سے تمہاری گرویدہ ہوں۔ تمہارے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں"

خدیجہ اس زمانے میں قریش میں سب سے زیادہ نجیب شریف اور دولتمند خاتون تھیں۔ اشراف قوم ان سے شادی کرنے کے متمنی تھے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب آپ کے چچا آپ کے ہمراہ خویلد بن اسد کے پاس گئے۔ اور شادی کا پیغام دیا۔ انہوں نے خدیجہ کی رسولؐ سے شادی کر دی۔ ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، قاسم، انہی سے ہوئی۔ اور انہی کے نام سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ نیز طاہر اور طیب بھی حضرت خدیجہ کے بطن مبارک سے ہوئے۔ قاسم، طاہر اور طیب عہد جاہلیہ میں ہی مر گئے۔ البتہ آپ کی تمام صاحبزادیوں نے اسلام کا عہد پایا اور وہ مسلمان ہوئیں۔ اور آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ سیرت النبی طبری صہ ۶۳ ج ۱ ۔

یہاں معلوم ہوا کہ ابوطالب نہیں۔ بلکہ سیدالشہداء حضرت حمزہ نے یہ شادی کروائی۔ سیدہ خدیجہ کی عمر کا کوئی ذکر نہیں۔

**زادالمعاد کا بیان** ۔ علامہ حافظ ابن قیم شاگرد امام تیمیہ لکھتے ہیں۔ جب آنحضرت کی عمر پچیس سال ہوئی۔ آپ کی شادی خدیجہ بنت خویلد سے ہوئی۔ بعض روایتوں میں آپ کی عمر اس وقت تیس ۳۰ سال تھی۔ اور بعض میں ۲۱ سال بیان کی گئی ہے اور ام المومنین کی عمر چالیس سال درج ہے۔ سب سے پہلا بچہ قاسم ہے۔ اسی کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ لیکن بچپن میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اتنی عمر پائی کہ انہوں نے سواری بھی کی اور سفر بھی کیا۔ قاسم کے بعد زینب پیدا ہوئیں۔ پھر رقیہ، فاطمہ اور ام کلثوم۔ ان کی عمروں میں اختلاف ہے۔ حضرت عباس سے روایت ہے کہ رقیہ باقی تینوں سے بڑی تھیں۔ اور ام کلثوم سب سے چھوٹی۔ پھر عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ کہ ان کی ولادت بعثت کے بعد ہے یا قبل۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی۔ ان کے لقب میں بھی اختلاف ہے۔ آیا طیب و طاہر دونوں لقب انہی کے ہیں۔ محتاط روایت کی رو سے یہ دونوں القاب حضرت عبداللہ کے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت فاطمہ آپ کی تمام اولاد میں افضل ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ فاطمہ تمام جہانوں کی خواتین سے افضل ہیں۔ اور بعض ان کی والدہ سیدہ خدیجہ کو سب سے افضل کہتے ہیں۔ بعض حضرت عائشہؓ کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس معاملے میں سکوت بہتر ہے۔ ص۸۹ حصہ اول۔

**امیر علی کا بیان** ۔ اب ہم اپنے دور کے دو بڑے مورخوں کا بیان نقل کرتے ہیں۔ دیکھئے وہ بیسویں صدی کے قارئین کو کیا پیش کر سکتے تھے۔ ان میں جسٹس امیر علی جو یوپی کے ایک معزز شیعہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ لکھتے ہیں۔

اوائل عمر ہی سے حضرت محمد کو غور و خوض کرنے کی عادت تھی۔ دو دفعہ اپنے چچا (نام نہیں دیا) کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ اور مخلوقِ خدا کی مصیبت اور ان کی غلط کاریوں کو بہ نظر تعمق دیکھا۔ پچیس سال کی عمر میں خدیجہ سے جو تاریخ عرب میں اپنی خصلت اور خوبیوں کی وجہ سے ممتاز عورت ہیں شادی کی، چند بیٹے تولد ہوئے۔ مگر تمام بیٹے بچپن ہی میں آغوش مادر ہی میں کرگئے۔ مگر بیٹیاں اپنے باپ کی مہتم بالشان خدمات دیکھنے کے لئے زندہ رہیں۔ سب سے چھوٹی فاطمہ الملقب بہ زہرا جن کو مسلمان خاتون جنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالب سے بیاہی گئیں۔ تاریخ اسلام

موصوف نے خدیجہ کی عمر کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ سیدہ فاطمہ کا خاتون جنت ہونا اپنے مسلک کے مطابق بتلا گئے۔ دوسری لڑکیوں کا نام ان کے لئے اہم نہ تھا۔ جو بنو امیہ میں بیاہی گئی تھیں۔

**حتی کا بیان** ۔ اب ایک غیر مسلم مورخ پروفیسر فلپس حتی کا اعترافِ حقیقت سنیئے:۔

عالمی پیغمبروں میں محمد ہی واحد پیغمبر ہیں جو تاریخ کی روشنی میں پیدا ہوئے۔ پھر بھی آپ کی ابتدائی زندگی معاشی کشمکش تکمیل ذات کی جدوجہد اور اس کارِ عظیم کی حقیقت کا جو آپ کو انجام دینا تھا۔ فکر انگیز ادراک مشکل ہے۔ اس بارے میں بہت کم قابلِ

اعتبار روایتیں یہیں ملی ہیں۔

شمائل شریف کو سب سے پہلے ابن اسحاق نے مرتب کیا تھا۔ جس نے ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ اس کی سیرت کو ہشام نے از سرِ نو تحریر کیا، اور یہی نسخہ محفوظ ہے۔ ابن ہشام کا انتقال مصر میں ۲۱۸ھ میں ہوا۔ سیرت پاک اور ابتدائی اسلام پر ان دو عربی ماخذوں کے سوا کوئی ذریعہ معلومات ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہشام کہتا ہے کہ، پچیسویں سال میں آپ کی شادی ایک شریف مزاج بیوہ حضرت خدیجہ سے ہوئی۔ جو پندرہ سال آپ سے بڑی تھیں۔ آپ نے اپنا کاروبار چلانے کے لئے محمد کو مقرر کیا۔ آپ قبیلۂ قریش کے کسی دولت مند تاجر کی بیوہ تھیں۔ ان کے اوصاف ایسے ستودہ اور شخصیت ایسی موثر تھی کہ جب تک وہ زندہ رہیں محمد نے کسی دوسری بیوی سے عقد نہیں کیا۔ اس شادی سے آپ کو معاشی اطمینان حاصل ہوا۔۔۔

پروفیسر فلپس حتی چونکہ مسلمان نہیں تھا جو عقل کا اندھا اور لکیر کا فقیر ہوتا۔ اور سمجھتا کہ بزرگوں نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ قرآن و حدیث ہے۔ اور ان کا جھوٹ پکڑنا عذاب الٰہی بلانا ہو سکتا ہے نہ اسے مجوسی حدیث۔ "ہر کہ شک آرد کافر گردد" پہ ایمان رکھنے کی ضرورت تھی۔

اس نے لکھا کہ رسول کریم کی زندگی کے حالات قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کتابیں کسی خاص مقصد سے حضور کی وفات کے سو دو سو سال بعد عجمی دشمنانِ اسلام نے تیار کی ہیں۔

سب سے پہلا شمائل شریف اور سیرت طیبہ پہ کتاب تیار کرنے والا۔ ایک مجوسی غلام کا بیٹا ابن اسحاق تھا۔ جو ۱۵۰ھ میں فوت

ہوا۔ اس نے اپنے دماغ کی تیزی سے یونانی دیو مالا اور انجیل و توریت کی روایتوں کو سامنے رکھ کر اپنی کتاب تیار کی۔ اہل مدینہ نے سنا تو اسے شہر سے نکال دیا۔ بغداد جا کر اس نے وہ کتاب خلیفہ عباسی جعفر منصور کے سامنے پیش کی جعفر نے کہا اسے کم کر دو یعنی مختصر بناؤ۔ مگر وہ نہ کر سکا۔ تو یہ کتاب خزانہ میں رکھدی گئی کہ آنے والے بچھان بین کریں گے۔

پھر ہارون الرشید کے زمانے میں وہ کتاب ایک شیعہ بزرگ ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری کو دی گئی۔ اس نے کاٹ چھانٹ کر اسے درست کیا۔ اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اندازاً میں پوری کتاب دو جلدوں میں مرتب کر دی۔ یہ سیرتِ ابن ہشام مشہور ہوئی۔ اور مستند کتاب مانی گئی ہے۔

اسی شخص نے موطا امام مالک کو مستند احادیث کی کتاب تسلیم کرنے سے ہارون کو رد کا تھا۔ یہ شخص یمن کے حمیری قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جو یہودی تھے۔ اور شیعیت میں غلو کرتا تھا۔ باطنی تنظیم میں تعلیمیہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ جو دوسرے مذاہب کے علوم و فلسفہ کو اسلام میں شامل کرنے کی جان توڑ کوشش کر رہے تھے۔ تاکہ اسلام کی تعلیم مسخ کی جا سکے۔ اور وہ کامیاب ہوئے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے تاریخ بنو فاطمین مصر از زاہد علی۔ یا ہماری کتاب "ارمغانِ عجم"۔

ھشام بصرہ میں پیدا ہوا، مصر میں رہا، پھر بغداد آیا اور ہارون الرشید کا درباری عالم مقرر ہوا۔ بعد کو مصر چلا گیا۔ اور وہیں فسطاط میں مدفون ہے۔ بعد کے مورخوں اور محدثوں نے اسی کتاب سے روایتیں اخذ کی ہیں۔ اور ان پہ حاشیہ آرائی کی ہے۔"

اسی لئے ان میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔

سیدہ خدیجہ کی اصل عمر کے بارے میں اس نے کچھ نہیں لکھا۔ صرف بیوہ ظاہر کیا ہے۔ تاہم حضور کے صلب سے سات اولاد ہونے کا معترف ہے۔ یعنی تین بیٹے قاسم، طیب، طاہر (عبداللہ کا ذکر نہیں ہے۔) اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، فاطمہ، ام کلثوم۔

ان بچوں کا سال ولادت نہیں لکھا۔ نہ ترتیب ولادت لکھنے کی زحمت کی۔ مگر حضور کا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم تک پچاس نسلوں میں ملا دیا ہے۔ حالانکہ وہاں ڈھائی تین ہزار سال کا بعد ہے۔ بلکہ اس نے ابراہیمؑ سے آدم تک کا شجرہ بھی لکھ کر محفوظ کر دیا ہے۔ اور گذشتہ بارہ سو سال میں کسی مسلمان نے اس پر شک نہ کیا۔ جس سے مسلمانوں کی جہالت اور بے عقلی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضورؐ کی اولاد کے بارے میں اس کی خاموشی بلاوجہ نہ تھی اس نے امت کے لئے بحث مباحثے کے دروازے کھول دیئے، جو قیامت تک بند نہ ہو سکیں گے۔

عباسی کا بیان۔ انصاف کا تقاضہ ہے کہ اتنے مورخوں کے بعد ہم اپنے استاد علامہ محمود احمد عباسی کی تحقیقات بھی نقل کریں۔ جنکی روشنی میں ہم ان کا کام آگے بڑھا رہے ہیں۔ موصوف نے اپنی کتاب وقائع زندگانی ام ہانی (خواہر علی)، میں ضمناً درج کیا ہے۔

۱۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔ حارثؑ، زبیرؑ، عبدمنافؑ، عبداللہؑ، عبدالعزیٰؑ، حجلؑ، مقومؑ، ضرارؑ، عباسؑ، حمزہؑ، اور چھ بیٹیاں، صفیہؑ، ام حکیمؑ، بیضاؑ، عاتکہؑ، امیمہؑ، اروی

۲ - سردار خاندان - عبدالمطلب نے اپنی وفات سے پہلے اپنے منجھلے بیٹے زبیر کو اپنا جانشین بنا دیا، پہلا بیٹا حارث جوانی میں فوت ہو گیا تھا۔ زبیر کی سرداری میں ان کے سب بھائی بھتیجے حرب فجار میں شریک تھے۔ سوائے عبدمناف (ابوطالب) کے جو اپنی معذوری (الاعرج) لنگڑے ہونے کی وجہ سے شریک جنگ نہیں ہو سکتے تھے آنحضرتؐ کا سن شریف بہ روایت اصح تقریباً بیس برس تھا۔ آپ اپنے تایا سردار خاندان کے ساتھ شریک جنگ تھے۔ مگر لڑائی میں شرکت نہ کی۔ البتہ اپنے تایا اور چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیتے تھے۔ اس جنگ میں بہت سے لوگ مارے گئے۔ اسدی خاندان کے سردار خویلد بن اسد حضرت خدیجہ کے والد اسی لڑائی میں مقتول ہوئے۔ آخر صلح ہو گئی۔ (یعنی سیدہ خدیجہ کے والد حضور کی شادی کے وقت زندہ نہ تھے۔)

۳ - زبیر کی وفات حلف الفضول کے کچھ عرصے بعد ہوئی۔ اس وقت آنحضرتؐ کا سن شریف ۲۱ سال.... تھا۔ زبیر نے اپنے چھوٹے بھائی عبدمناف کو سردار خاندان مقرر کیا۔

۴ - عبدمناف جن کی کنیت بڑے بیٹے طالب کے نام سے جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف لڑ کر مقتول ہوا۔ ابوطالب تھی۔ یعنی طالب کے ابا، اور یہی مشہور ہو گئی۔ جس طرح ان کا دوسرا بھائی عبدالعزیٰ ابولہب مشہور ہوا۔ عبدالمطلب نے اپنے ان دو بیٹوں کے نام بتوں کے نام پر رکھے تھے۔ اسلئے اسلام نے ان ناموں کو چھپا دیا۔

۵۔ ابوطالب اپنی ٹانگوں کی معذوری کی وجہ سے شام، یمن اور دوسرے بعید مقامات کے تجارتی سفر نہ کر سکتے تھے۔ وہ خوشبوئیں بیچتے تھے۔ یا قرب و جوار سے سامان منگا کر فروخت کر لیتے تھے۔

۶۔ ام ہانی۔ ابوطالب کے ابتدائی ایام سربراہی میں دو پیام ان کی بیٹی ہند کے نکاح کے آئے۔ ایک حقیقی بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ دوسرا مخزومی خاندان کے ہبیرہ ابن ابووہب کا۔ سیاسی و سماجی مصلحتیں اس کی مقتضی ہوئیں کہ بنی مخزوم سے جو اس وقت زیادہ مقتدر اور ذی اثر خاندان تھا۔ تعلقات قرابت استوار کریں۔ اسلئے بھتیجے کی ظاہری حالت کے اعتبار سے کہ بحالتِ یتیمی بڑے بھائی جناب زبیر کی کفالت و پرورش میں رہے تھے۔ ان کے پیام نکاح پر انہوں نے ہبیرہ مخزومی کے پیام کو ترجیح دی۔

بجز چچا سیاسی و سماجی مصالح سے حقیقی بھتیجے کی دلی خواہش پوری کرنے کو آمادہ نہ ہو۔ یعنی اپنی دوشیزہ دختر کو جو خود بھی ان ہی ابن عم کے حبالۂ عقد میں آنے کی آرزومند ہو۔ رد کر کے مخزومی کو بیاہ دے۔ اور بھتیجے کے شکوے پر کہے کہ ان مخزومیوں سے تو ہمارے رشتے ہوتے آئے ہیں۔ ان باتوں کا بطلان ہو جاتا ہے کہ ابوطالب نے آنحضرت کی بچپن میں کفالت کی تھی۔

۷۔ آنحضرت نے اپنے کفیل تایا جناب زبیر کے ساتھ جو بڑے تاجر تھے۔ تجارتی قافلوں میں سفر کر کے تجارت کے اصول سیکھ لئے تھے۔ اور ان کی وفات کے بعد بھی کاروبار کرتے رہے۔ آپ کے شرکاء تجارت میں آپ کی دادی صاحبہ کے مخزومی خاندان کے تاجروں کا ذکر آتا ہے۔ جن میں قیس بن سائب بن عومر بن عایذ مخزومی اچھے شریک تجارت تھے۔

یہ ابوالسائب صیفی بن عابد مخزومی خدیجہ بنت خویلد بن اسد کے پہلے شوہر عتیق بن عابد مخزومی کے حقیقی بھتیجے تھے۔
عتیق۔ ابوالسائب صیفی اور زہیرہ و ابورفاعہ و امیہ یہ چاروں بھائی خدیجہ بنت خویلد بن اسد کی حقیقی پھوپھی برہ بنت اسد کے بیٹے تھے۔ دوسرا تعلق آنحضرت صلعم کے شریک تجارت خاندان سے جناب خدیجہ کا یہ بھی ہو گیا۔ کہ ان کے پہلے شوہر عتیق کے بھتیجے صیفی بن ابورفاعہ امیہ کی زوجیت میں خدیجہ کی پہلی بیٹی ہند (ام محمد) آئیں۔ جو عتیق کے صلب سے تھیں۔ پھر جناب خدیجہ کی سگی پھوپھی ام حبیب بنت اسد آنحضرت کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کی نہ صرف حقیقی نانی تھیں، بلکہ آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ کی پھوپھی خالدہ بنت ہاشم کی سوتیلی بیٹی بھی تھیں۔ ان رشتوں کے علاوہ آنحضرت کی پھوپھی حضرت صفیہ کی یہ خدیجہ بنت خویلد بیوہ نند بھی تھیں۔

۸ ۔ خدیجہ بنت خویلد بڑی مالدار اور دولتمند خاتون نہ تھیں ان کے والد خویلد کے سات اولادیں تھیں۔ اور وہ کوئی بڑے تاجر نہ تھے۔ نہ خدیجہ کے مرحوم شوہر عتیق کوئی بڑے تاجر تھے۔ جو ورثہ چھوڑ گئے۔ جسے خدیجہ تجارت میں لگا کر منافع کماتیں۔ یہ سب روائتیں گھڑی ہوئی ہیں ۔ اور حاشیہ آرائی سے زیادہ نہیں ہیں۔

۹ ۔ جس طرح ابوطالب کی کفالت کا قصہ خاص مقصد سے گڑھا گیا ہے۔ خدیجہ کے کاروبار کا قصہ بھی محض افترا ہے۔ اور آنحضرت کی مستاجری (سیلز مینی) کی روایت بھی مکذوب ہے۔ وہ نہ کسی کے

مستاجر تھے نہ اجیر۔ اپنے شفیق و کفیل تایا جناب زبیر کی زندگی میں آپ کو تجارتی کاروبار سے کافی حد تک واقفیت ہوگئی تھی۔ ان کی وفات کے بعد وہ اپنے مذکورہ دوستوں کے ساتھ تجارت میں معروف رہے آپ نے عرب کی تجارتی منڈیوں کے علاوہ شام و حبشہ کا سفر بھی کیا (سیرۃ سید الناس) اور دو مرتبہ یمن و بحرین بھی گئے۔ کسب معاش کے لئے آپ نے نہ کبھی کالی کملی اوڑھی نہ بکریاں چرائیں، نہ کسی کے اجیر و کارندے بنے نہ مفلس چچا ابوطالب کی کفالت میں رہے۔ بلکہ خود اس کے بچوں کی پرورش کی ہے۔

۱۰۔ بنو ہاشم کا شعب ابوطالب میں محصور ہونا بھی وضعی ہے۔ ہاں قطع تعلق کیا گیا۔ مگر اس دوران آپ کے سعادتمند داماد اور دیگر رشتہ دار آپ کے خاندان کی ضروریات پوری کرتے رہے۔ حضرت ابوالعاص آپ کے داماد سیدہ زینب کے شوہر، اور حکیم ابن حزام حضرت خدیجہ کے بھتیجے گندم و خرما شتر بار کرکے شعب کی تنگ گلی میں ہانک دیتے تھے۔ شیعہ مورخ ناسخ التواریخ اعتراف کرتا ہے:

حضرت ابوالعاص بن ربیع کہ دامادِ رسول تھے، گندم و خرما شتر بار کرکے لے جاتے اور شعب میں اونٹ کو ہنکا دیتے۔ اسی لئے رسول اللہ فرماتے تھے کہ ابوالعاص نے دامادی کا حق ادا کردیا ج ۲ ص۱۸۵۔

۱۱۔ ابوطالب کی وفات پر ابولہب سربراہ خاندان ہوا تو اس نے تعلقات ختم کردینے کا اعلان کردیا۔ جس کے چند دنوں بعد آنحضرت نے ہجرت فرمائی۔ ص۱۸۶

# قریش کا سلسلہ نسب اور اہل بیت رسول

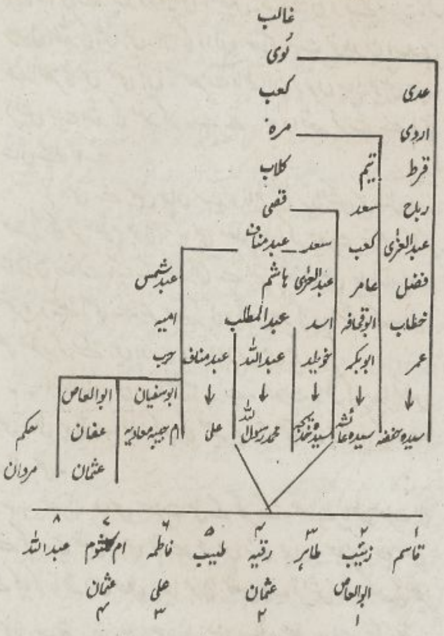

**چند اہم روایات۔** اب انہی جھوٹی سچی کہانیوں سے ہمیں اصل حالات کا پتہ چلانا ہے۔ بعض اہم باتوں کے لئے کچھ اشارے مزید درکار ہیں۔ اس لئے چند روایتیں دیکھیں۔ طبقات ج ۸ ص۱۱ حضرت فاطمہ رسول اللہ کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں۔ حضرت فاطمہ ان دنوں پیدا ہوئیں جب قریش بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ یہ واقعہ نبوت سے پانچ سال پہلے کا ہے۔

(اس سے ہمیں جہاں سیدہ فاطمہ کی پیدائش کا سال اور حضورؐ کی عمر معلوم ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ کا خاندان رسالت مآب کے خاندان سے کتنی پشتوں میں جا ملتا ہے۔ شجرہ دیکھیئے اسی سے ہم حضورؐ کی دیگر اولاد کی پیدائش کے سال بھی مقرر کر سکتے ہیں اور یہ دونوں اہم باتیں ہیں۔)

۲۔ اسدالغابہ ج ۵ ص۵۲۰ پر ہے۔ حضرت فاطمہ کی پیدائش اس سال ہوئی جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور نبی کریم کی عمر ۳۵ سال تھی۔

۳۔ حضرت عباس حضرت علی کے گھر گئے۔ حضرت فاطمہ حضرت علی سے کہہ رہی تھیں کہ میں تم سے عمر میں بڑی ہوں، حضرت عباس نے کہا کہ فاطمہ اس سال پیدا ہوئی تھیں جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اور علی اس سے چند سال پہلے پیدا ہو چکے تھے۔

۴۔ اکمال فی اسماء الرجال۔ جعفر بن ابو طالب ۳۱ افراد کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، آپ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے۔ آپ نے جنگ موتہ ۸ھ میں بعمر ۴۱ سال وفات پائی ص ۱۱۱۸۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جعفر ۳۳ سال قبل ہجرت پیدا ہوئے، اور حضرت علی دس سال بعد یعنی ۲۳ سال قبل ہجرت پیدا ہوئے۔ اس طرح جب سنہ ۴۰ھ میں وفات پائی تو آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ نہ ۵۸ نہ ۷۰۔

ان روایتوں سے یہ بھی تصدیق ہو گئی کہ سیدہ خدیجہ کا نکاح عتیق سے ہوا، اور عتیق ہی کی کنیت ابو ہالہ تھی۔ ان کے بچوں کے نام ھند اور ہالہ تھے۔ پھر عتیق کا انتقال ہو گیا۔ چھوٹے بچوں کی وجہ سے سیدہ خدیجہ نے نکاح سے پرہیز کیا۔ اکثر شرفاء مکہ نکاح کے خواہاں تھے۔ مگر سیدہ خدیجہ ان سے مطمئن نہ تھیں۔ اس وقت وہ ۲۵ یا ۲۶ سال کی تھیں۔ ۴۰ سالہ ہوتیں تو شرفاء مکہ اتنے خواہاں نہ ہوتے۔ اتنے میں ابو طالب نے حضورؐ کو اپنی بیٹی دینے سے انکار کر دیا۔ حضورؐ کو رنج ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ خدیجہ سے نکاح کر لو۔ سیدہ خدیجہ جانتی تھیں حضور یتیم ہیں اور یتیموں کا درد رکھتے ہیں۔ ان سے محبت کر سکتے ہیں۔ اس لئے راضی ہو گئیں اور نکاح ہو گیا۔ حضورؐ کی عمر اس وقت ۲۳، ۲۴ سال تھی۔ خدیجہ آپؐ سے ۵ سال بڑی تھیں، یعنی ۲۷، ۲۸ سال کی تھیں۔ جسے دشمنانِ اسلام نے ۱۵ سال کا فرق بنا دیا۔ تاکہ رنگ آمیزی کا موقعہ ملے۔ مگر اس کا بطلان اس حقیقت سے ہو جاتا ہے کہ چالیس سال کے بعد کسی عورت کے ۷، ۸ بچے نہیں ہو سکتے۔

پس ہماری جدول مکمل ہو گئی۔

# جدول ترتیب ولادت اطفال

| شادی کے سال | سال قبل ہجرت | رسول کی عمر | خدیجہ کی عمر | کیفیت | روایتی عمر |
|---|---|---|---|---|---|
| | ۳۰ | ۲۳ | ۲۸ | نکاح سیدہ خدیجہ سے فرق ۵ سال | ۴۰ |
| ۱ | ۲۹ | ۲۴ | ۲۹ | ولادت قاسم بیٹا | ۴۱ |
| ۳ | ۲۷ | ۲۶ | ۳۱ | ″ زینب بیٹی | ۴۳ |
| ۵ | ۲۵ | ۲۸ | ۳۳ | ″ طاہر بیٹا | ۴۵ |
| ۷ | ۲۳ | ۳۰ | ۳۵ | ″ رقیہ بیٹی | ۴۷ |
| ۹ | ۲۱ | ۳۲ | ۳۷ | ″ طیب بیٹا | ۴۹ |
| ۱۱ | ۱۹ | ۳۴ | ۳۹ | ″ فاطمہ بیٹی | ۵۱ |
| ۱۳ | ۱۷ | ۳۶ | ۴۱ | ″ ام کلثوم بیٹی | ۵۳ |
| ۱۵ | ۱۵ | ۳۸ | ۴۳ | ″ عبداللہ بیٹا | ۵۵ |
| ۱۷ | ۱۳ | ۴۰ | ۴۵ | بعثت نبوت یعنی نبوت ملی | ۵۷ |
| | | | | (یہ دس سال نبوت کے بعد پُر آشوب رہے | |
| ۲۷ | ۳ | ۵۰ | ۵۵ | وفات سیدہ خدیجہ مزید پریشانیاں) | ۶۷ |
| ۳۰ | - | ۵۳ | - | ہجرت سے مدینہ ۳ سال بعد | |

آپ کی شادی شدہ زندگی ۲۷ سال ہوئی، پہلے ۱۷ سال میں ۹ بچے ہو گئے، [illegible] ۴۳ سال کی عمر تک بچے ہوئے، نہ کہ ۵۵ سال تک ہوتے رہے

# اہل بیت رسول

اس جدول سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوئے۔

۱۔ شادی کے وقت سیدہ خدیجہ کی عمر کا ۴۰ سال ہونا محض جھوٹ ہے۔ جو مفسدوں نے حضور کو بدنام کرنے کے لئے گھڑا ہے۔ چالیس سال کے بعد عورت کے سات آٹھ بچے نہیں ہوتے۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ فطرت کے قوانین بدلتے نہیں۔ اسلام دین فطرت ہے۔ غیر فطری باتوں پر یقین رکھنے والے مُرّدکی و زرتشتی ذہنیت کی نشان دہی کرتے ہیں۔

۲۔ سیدہ خدیجہ کی عمر طبعی ۵۵ سال ہوئی نہ کہ ۶۷ سال، مجوسیوں کی روایتیں قابل اعتبار نہیں۔ یہ اپنے امام اول کی عمر بھی نہیں جانتے۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ علی کی عمر ۶۳ یا ۶۵ سال ہوئی۔ بعض نے کہا کہ ۷۰ سال ہوئی۔ ص ۱۱۵۲۔ پھر سیدہ خدیجہ کی عمر کے بارے میں ان کا قول کیا حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ سیدہ خدیجہ کے بطن سے سب بچے بعثت نبوی سے پہلے ہوئے اور سب دو دو سال کے وقفے سے ہوئے۔ جو صحت مند ازدواجی زندگی کا ثبوت ہے۔ اس میں بڑھاپے کی اولاد کا معجزہ تلاش کرنا جہالت ہے۔

۴۔ نرینہ اولاد زندہ نہ رہی یہ البتہ معجزہ کہلایا جاسکتا ہے کیونکہ پیغمبروں کی شہرت اور یادگار ان کا کام ہوتا ہے۔ نہ کہ نسل حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی اولاد نہیں دیگئی۔ اور حضورؐ کو بھی دیکر محروم کر دیا گیا۔ اس میں یہی مصلحت تھی کہ انکی اولاد پوجی نہ جائے

۵۔ جدول سے صاف معلوم ہو گیا کہ شادی کے ایک سال بعد

قاسم پیدا ہوئے۔ تیسرے سال سیدہ زینب پیدا ہوئیں۔ پانچویں سال طاہر پیدا ہوئے، ساتویں سال رقیہ نویں سال طیب، گیارہویں سال سیدہ فاطمہ اور تیرھویں سال سیدہ ام کلثوم، پندرھویں سال عبداللہ کی پیدائش میں مورخین کو شبہ ہے۔ بلکہ علامہ ابن قیم کو طاہر و طیب میں بھی شک ہے کہ یہ دونوں نام قاسم کے ہیں۔ وہ بتلاتے ہیں کہ قاسم نے اتنی عمر پائی کہ سواری کی اور سفر بھی کیا۔ یعنی دس بارہ سال زندہ رہے۔ اور انہی کی وفات پر سورہ کوثر نازل ہوئی جب کفار مکہ نے طنز کیا کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ھوالابتر یعنی کافر ہی گمنام ہوں گے۔ تمہارا نام تو قیامت تک مسلمانوں کی نمازوں اور اذانوں میں نشر ہوتا رہے گا۔ اور سارا عالم بلکہ ساری کائنات سنے گی۔

یہ سورہ جو شروع ہی ایک خاص اعلان سے ہوا کہ۔ انا اعطیناک الکوثر ہم نے تجھے دی ہے فراوانی یعنی جو کچھ دیا ہے بے حساب دیا ہے۔ مجوسیوں نے کوثر کے معنی یہ لکھ دیئے کہ ایک حوض ہے جنت میں اور کلام الٰہی کا مذاق بنا دیا۔ کہ حضور کو آخرت میں ایک تالاب الاٹ کیا جائے گا۔ جس سے وہ امت کو پانی پلاتے رہیں گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے نعیم دو جہاں دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور وہ دے دیا۔

آخرت کی نعمتوں کے بارے میں تو معلوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہر چیز جو وہ مانگیں گے دینے کا وعدہ کرتا ہے تو اپنے رسول کو کیا کیا نہ دیگا۔ ناں کوثر نام کا تالاب ان کو لینے کی ضرورت نہیں۔ روافض نے اسے پہلے ہی اپنے ساقیٔ کوثر کو

الاٹ کر دیا ہے۔ اور غالباً وہی پانی پینے والوں سے ٹیکس وصول کریں گے جیسے ان کے اسلاف آب زمزم بیچ کر زندگی بسر کرتے تھے۔

البتہ دنیاوی نعمتوں کے بارے میں ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک کامیاب و کامران زندگی کے لئے جو کچھ انسان کو درکار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا۔ اتممت علیکم نعمتی۔ اس پر گواہ ہے۔

چار دانگ عالم میں ان کی شہرت اور نام کا غلغلہ کر دیا۔

- چار ملکوں پر ان کا غلبہ:۔ حجاز، یمن، طائف، خیبر۔
- چار وفادار جاں نثار دوست:۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، حمزہؓ سید الشہداء
- چار وفا شعار خدمت گذار بیویاں:۔ خدیجہؓ، عائشہؓ، حفصہؓ، ام حبیبہؓ
- چار مشہور و معروف بیٹیاں:۔ زینبؓ، رقیہؓ، فاطمہؓ، ام کلثومؓ۔
- چار قابل فخر داماد:۔ ابوالعاصؓ، عثمانؓ، علیؓ، عثمانؓ
- چار قبول سیرت نواسے:۔ علیؓ، عبداللہؓ، حسنؓ و حسینؓ۔
- چار شہرۂ آفاق نواسیاں:۔ امامہ، ام کلثوم، زینب، رقیہ

سیدہ امامہ بنت ابوالعاص و زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی کے عقد میں آئیں۔ سیدہ ام کلثوم بنت علی و فاطمہ سیدنا عمر بن خطاب خلیفہ ثانی کے عقد میں آئیں۔ سیدہ زینب عبداللہ بن جعفر طیار کی زوجہ نے۔ امیر المومنین یزید کی ساس بنیں۔ اور آخری ایام زندگی، شاہی محل سرائے دمشق میں بسر کئے۔ آپ کا مزار آج بھی دمشق میں مرجع خلائق ہے۔ رقیہ بنت عثمانؓ کمسنی میں فوت ہوگئیں۔

مختصر یہ کہ حضور کی زندگی چار جہت تھی اسی لئے ہمارے بزرگ علامہ مسعود علی محوی صدیقیؒ نے لکھا تھا۔

رفت بیرون خواجہ چوں از چار حد عنصری
چار یارش جانشیں گشتند ہر یک لاجواب!
ہر یکے زیں چار تن چار عنصر آئین دیں!
ہر یکے زیں چار کس چار آیۂ فصل الخطاب!

یہ مکمل قطعہ ہم نے اپنی کتاب حیات سیدہ سکینہ میں نقل کیا ہے،

حضور کی دنیاوی زندگی کو عجمی مجوسیوں نے غربت و مفلسی کا مرقع بنا کر پیش کیا ہے۔ بکریاں چراتے تھے۔ فاقے کرتے تھے۔ گھر والوں کو بھی فاقے کرواتے تھے۔ حالانکہ مکی زندگی میں بھی آپ نہ صرف اہل بیت کے اچھے کفیل تھے۔ بلکہ محتاجوں، معذوروں اور ان کی اولاد کی پرورش بھی کرتے تھے۔ اور مدنی زندگی میں تو آپ جزیرہ نمائے عرب کے بادشاہ بن چکے تھے۔ مکہ میں آپ کے اہل بیت میں سیدہ خدیجہ، ان کی چار بیٹیاں، آپ کے متبنیٰ زید بن حارثہ، ان کی بیوی ام ایمن ان کا بیٹا اسامہ بن زید اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی زیر پرورش تھے۔ یہ سب ہوا کھا کر تو نہ جیتے تھے۔ مجوسوں نے لکھا ہے کہ بھوک سے بلکتے تھے۔ تو پیٹ پہ پتھر باندھ لیتے تھے۔ تو کیا پتھر باندھنے سے بھوک مر جاتی ہے۔

پھر دو بیٹیوں کی شادیاں ہو گئیں، سیدہ زینب و رقیہ اپنے اپنے گھر چلی گئیں، تو مقاطعہ شعب بنو ہاشم کے زمانے میں خود ابو طالب بڑھاپے کی وجہ سے حضور کے زیر کفالت آ گئے۔ اور آخر دم تک ساتھ رہے۔

۹ ابو طالب اور سیدہ خدیجہ کا انتقال تین یا چار سال قبل ہجرت ہو گیا تو گھر میں دو جوان بیٹیاں، فاطمہ و ام کلثوم، زید بن حارثہ، ان کی بیوی ام ایمن، ان کا بیٹا اسامہ بن زید اور حضرت علی آپ کی کفالت میں تھے۔ گھر میں بڑا بوڑھا کوئی نہ تھا۔ جو جوان بیٹیوں کی دیکھ بھال کرتا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ سیدہ سودا بنت زمعہ اپنے شوہر کے انتقال کی وجہ سے حبشہ سے واپس آگئی ہیں ... ان کی گذر بسر کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ آپ نے انہیں اپنے گھر بلا لیا۔ اور چونکہ شریعت اسلامیہ میں غیر محرم کا گھر میں رہنا جائز نہیں ان سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ موصوفہ وظیفہ زوجیت کی سرحد سے گذر چکی تھیں، ان کی سرپرستی کی ضرورت تھی۔ ان سب کی کفالت حضور پر تھی۔ اور وہاں ذریعہ معاش کا نہ ہونا ایک مہمل سی بات ہے۔ یقیناً زید بن حارثہ اور ابو رافع آپ کے آزاد کردہ غلام آپ کا تجارتی کاروبار کرتے رہے۔ ہاں حضرت علی کچھ کمانے کے اہل نہ تھے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ ابو طالب کی طرح آپ کے پاؤں بھی خلقی طور پر ٹیڑھے تھے۔ اسی معذوری کی وجہ سے وہ کسب معاش سے عاری رہے۔ حالانکہ اس وقت آپ بیس بائیس سال کے جوان تھے۔ آپ سیدہ فاطمہ سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ (دیکھئے ہماری کتاب "سبائی سبز باغ"۔)

# حضور کی بیٹیاں

ا سیدہ زینب ۔ آپ ۲۷ سال قبل ہجرت یعنی نبوت سے ۱۴ سال پہلے پیدا ہوئیں ۔ ۱۳ سال کی عمر میں آپ کی شادی اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص اموی سے ہوگئی ۔ جو ایک خوشحال تاجر تھے ۔ اور قبیلہ میں امین مشہور تھے ۔ چند سال بعد جب قریش [illegible]ر سے مقاطعہ کر لیا (ذات باہر کر دیا) اور آپ کو چند سال شعب بنو ہاشم میں بسر کرنے پڑے تو یہی داماد کھجور اور غلہ اونٹ پر لاد کر شام کو اس علاقہ میں ہانک دیتے تھے ۔ انہی کی سفارش پر چند سال پہلے حضرت عثمان غنی نے حضور کی دوسری صاحبزادی رقیہ سے نکاح کیا تھا ۔ اس طرح حضور کی دو بیٹیاں بنو امیہ میں بیاہی جا چکی تھیں ۔ حضرت عثمان کفار کی چیرہ دستیوں سے گھبرا کر حبشہ چلے گئے ۔ اور سیدہ رقیہ کو ساتھ لے گئے ۔ اس لئے ساری ذمہ داری حضور کے اہل بیت کی مدد کرنے کی سیدہ زینب کے شوہر پر آگئی ۔ جسے انہوں نے نہایت سعادت مندی سے انجام دیا ۔ حضور ساری عمر اپنے اس داماد کی تعریف کرتے رہے ۔ اگرچہ کاروباری مصالح سے انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا ۔ جنگ بدر میں آپ حضرت عقیل و عباس کے ساتھ گرفتار ہوئے ۔ اور فدیہ دیکر رہا ہوئے ۔ کہتے ہیں مکہ سے زرِ فدیہ منگوایا تو سیدہ زینب نے اپنا وہ ہار بھیج دیا جو سیدہ خدیجہ نے دیا تھا ۔ اسے دیکھ کر حضور کو رونا آگیا ۔ مسلمانوں نے یہ

دیکھا تو ان کا فدیہ معاف کر کے آزاد کر دیا۔ لیکن ان سے کہا گیا کہ تم اسلام قبول نہیں کرتے تو رسول اللہ کی بیٹی کو واپس کر دو۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ ہشام کی روایت ہے :۔

زینب بنت رسول اللہ کو ان کا دیور مدینہ لا رہا تھا۔ کہ ان پر حملہ ہوا۔ اور حمل ساقط ہو گیا۔ وہ واپس مکہ گئیں۔ اور زید بن حارثہ کے سپرد کر دی گئیں۔ اور وہ ان کو دوسرے اہل خاندان کے ساتھ مدینہ لائے۔ ص ۳۴۸

اس روایت سے پتہ چلا کہ حضور ہجرت کے وقت اپنے اہل بیت کو جن میں سیدہ سودا بنت زمعہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ ام کلثوم، زید کی بیوی ام ایمن اور بیٹا اسامہ بن زید اور حضرت علی کو زید بن حارثہ کی تحویل میں چھوڑ آئے تھے۔ جن میں سیدہ زینب اور ان کے دو بچوں امامہ و علی کا اضافہ ہو گیا۔

دوسری روایت ہے۔ زید بن حارثہ اور ابو رافع جو پیغمبر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ فاطمہ زہرا، ام کلثوم اور سودا بنت زمعہ اسامہ بن زید اور ایمن کو مدینہ لائے۔ تو پیغمبر اسلام نے بطور صلہ زید بن حارثہ اور ابو رافع کو پانچ سو درم اور دو اونٹ عطا کئے۔

اس روایت میں حضرت علی اور زینب بنت رسول اللہ کا نام شامل نہیں کیا گیا ہے۔ مگر اتنا معلوم ہو گیا کہ اہل بیت رسول کو حضرت زید کی تحویل میں چھوڑ گئے تھے نہ کہ حضرت علی کے۔ اور وہ روایتیں کہ علی رسول اللہ کے بستر میں سوئے۔ اور امانتیں واپس کیں۔ بعد کو بنائی گئی ہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ حضور کی مالی حالت اتنی سقیم نہیں تھی جتنی مجوسی مورخ لکھتے ہیں۔ آپ اس وقت بھی پانچ سو روپے انعام دے سکتے تھے۔ یعنی آپ کا کاروبار جاری تھا۔ لین دین میں امانتیں بھی ہوں گی اور ادائیگیاں بھی۔ جس کے ذمہ دار زید تھے نہ کہ علی۔

کہتے ہیں کہ بعد کو ابوالعاص بھی مدینہ چلے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ مگر سیدہ زینب کی صحت اس حادثے کے بعد سنبھل نہ سکی۔ آپ کا انتقال ۸ھ میں ہو گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ اور ابوالعاص بھی انہی صدموں کی وجہ سے زیادہ دن تک زندہ نہ رہے۔ ان کا انتقال ۱۲ھ میں ہوا۔

ابوالعاص نے اپنی بیٹی امامہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ اور یہ سیدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق ہوا۔ جو ۱۱ھ میں حضور کے بعد فوت ہوئیں۔ سیدہ زینب کے حالات زندگی پر زیادہ روشنی اس لئے نہیں ڈالی گئی کہ وہ بنو امیہ کے ایک فرد کو بیاہی گئی تھیں۔ ہاشمی خاندان میں جاتیں تو کم از کم جنت کی داروغہ یا کلید بردار ضرور بنا دی جاتیں۔ اور خاتون جنت یا جنت کی شہزادی کے ساتھ نہ بیٹھتیں تو دست بستہ ہی کھڑی ہو جاتیں۔

سیدہ رقیہ۔ حضور کی دوسری صاحبزادی ۲۳ سال ہجرت سے پہلے یعنی بعثت نبوی سے ۱۰ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ کا نکاح سیدنا عثمان غنی اموی سے ہوا۔ جو بہت بڑے تاجر تھے۔ اسلام قبول کر کے گوناں گوں مصائب میں مبتلا ہو گئے۔ کہتے ہیں آپ کے چچا نے آپ کو سخت سزائیں دیں پیروں میں بیڑیاں ڈال کر قید بھی کیا۔ حضرت عثمان تیسرے یا چوتھے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ جب حالات زیادہ خراب ہوئے تو آپ نے حبشہ کی طرف

ہجرت کا فیصلہ کیا۔ ہشام نے ان پہلے مہاجرین کی پوری فہرست دی ہے۔ جن میں قابل ذکر حضرات حسب ذیل ہیں۔

۱ ۔ بنو امیہ سے عبداللہ بن جحش معہ زوجہ سیدہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان۔

۲ عبیداللہ بن جحش اور ان کی ہمشیرہ سیدہ زینبؓ بنت جحش جو بعد کو حضور کی زوجیت میں آئیں۔ ۔۔۔ سیدہ ام حبیبہ ان کی بھابھی تھی۔ یہ تینوں بھائی بہن حضور کے پھوپھی زاد تھے۔

۳ عمرو بن سعید اور زوجہ فاطمہ بنت صفوان

۴ قیس بن عبداللہ اور ان کی زوجہ برکہ بنت یسار۔

۵ ہاشمیوں میں صرف جعفر بن ابو طالب اور ان کی بیوی اسما بنت عمیس کا نام ملتا ہے۔ موصوفہ بعد کو سیدنا صدیق اعظم کی زوجیت میں آئیں۔ اور ان کے بعد حضرت علی نے ان سے نکاح کر لیا۔ محمد بن ابو بکر انہی کے بطن سے تھا۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم بنات رسول اللہ کو یقیناً وہ شہرت نہ مل سکی جو ان کی تیسری بہن فاطمہ کو حاصل ہوئی۔ اسکی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ تو یہی ہے کہ ان کے بطن سے جو بچے ہوئے وہ صغر سنی میں فوت ہو گئے۔ اور ان سے نسل نہ چلی،

دوسری وجہ یہ ہوئی کہ یہ تینوں بہنیں بنی امیہ میں بیاہی گئیں جن سے روافض اور مجوسی مورخین و محدثین بے حد ناراض تھے۔ اپنی روایتوں میں خلیفہ سوم کا نام تک درج کرنے کے روادار نہ تھے مثلاً روایت دیکھئے۔

۱۵۰۹ - اسامہ کہتے ہیں آپ کے پاس کسی صاحبزادی کا بھیجا ہوا آدمی آیا کہ ان کا بچہ حالت نزع میں ہے ۔ حضور کی خدمت میں اس وقت سعد اور معاذ اور ابی بن کعب موجود تھے ۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ اللہ جو چیز لے وہ بھی اسی کی ہے اور جو دیدے وہ بھی اسی کی ہے ۔ پس صبر کرو ۔ بخاری ج ۳ ص ۴۴۳

اس سے کیا تاثر لیا جائے ۔ کہ حضور کو اپنی صاحبزادی سے کوئی ہمدردی نہ تھی ۔ نواسے کو مرتے دم سے بھی دیکھنا نہ چاہتے تھے ۔ مہمان تھے تو وہ بھی ایسے سخت دل کہ بچے کو دیکھنے اور ماں کو دلاسہ دینے نہ گئے ۔

بخاری صاحب کو دو سو سال کے درمیانی راویوں اور اسامہ ، سعد ، معاذ کے نام معلوم تھے ۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ صاحبزادی کون تھیں ؟ یہ صرف اسلئے کیا گیا کہ حضرت عثمان اموی تھے اور امیوں سے عجمیوں کو سخت نفرت تھی ۔ اگر بخاری صاحب یہ روایت نہ لکھتے تو ہمیں کوئی شکایت نہ ہوتی ۔ مگر لکھا اور اسے تشنہ رکھا ۔ یہ خبث باطنی کی نشان دہی کرتا ہے ۔ وہ بچے کے باپ کا نام نہ لکھتے ماں کا نام لکھ دیتے کہ رقیہ تھیں ، ام کلثوم تھیں یا فاطمہ تھیں ۔ اس سے ہمیں زمانے کا تعین کرنے میں سہولت ہوتی ۔

سیدہ رقیہ کے صرف ایک صاحبزادے کا پتہ چلتا ہے ۔ جو حبشہ میں پیدا ہوئے ۔ چھ سال کی عمر میں مرغ نے آنکھ میں ۔ چونچ ماردی جس سے وہ چند روز بیمار رہ کر فوت ہو گئے ۔ ان سے کسی دوسرے فرزند کی ولادت کا ذکر نہیں ملتا ۔ مدینہ آکر وہ جنگ بدر سے پہلے علیل ہو گئیں کوئی کہتا ہے کہ چیچک نکل آئی تھی جس کی وجہ سے حضرت عثمان جنگ میں

شریک نہ ہو سکے ۔ حضور فتح کی خبر لے کر آ رہے تھے کہ بیٹی کی وفات کا سانحہ سننا پڑا ۔

کہتے ہیں حضرت عثمان کو اس سے کئی صدمے ہوئے ۔ جہاد میں حصہ لینے سے محروم رہے ، محبت کرنے والی بیوی سے محروم ہو گئے ۔ تیسرے حضور کی دامادی کے شرف سے محرومی ہو گئی ۔ تو حضور نے خود دلجوئی کی اور کہا ۔ تم ام کلثوم سے نکاح کر لو ۔

وفات کے وقت سیدہ رقیہ کی عمر کل ۲۵ سال تھی ۔ آپ نے بارہ سال حضرت عثمان کی رفاقت میں بسر کئے ۔

**سیدہ فاطمہ ۔** لقب الزہرا یعنی پھول ، خاتون جنت وغیرہ ۱۹ سال قبل ہجرت پیدا ہوئیں ۔ آپ سیدہ ام کلثوم سے دو سال بڑی تھیں ۔ یہ دونوں صاحبزادیاں یقیناً بے توجہی اور پریشانیوں کا شکار ہو گئیں ۔ حضور تبلیغ دین میں ہمہ تن مصروف تھے ۔ اہل مکہ نے مخالفت میں تشدد اختیار کر لیا بلکہ حضور کے خاندان سے قطع تعلق کر کے ذات برادری سے خارج کر دیا ۔ ایسے میں لڑکیوں کی شادی بیاہ کا موقعہ کہاں تھا ۔ جبکہ سارے رشتے ناتے ٹوٹ گئے تھے ۔ اور اپنے ہی جان کے دشمن ہو رہے تھے ۔ بنو امیہ کے دو نوجوان ایک آپ کے داماد ابو العاص اور دوسرے حکیم ابن حزم جو سیدہ خدیجہ کے بھتیجے تھے مدد نہ کرتے تو معلوم نہیں کیا ہوتا ۔ یہ غلہ اور کھجور اونٹوں پر لاد کر شعب بنو ہاشم میں شام کو ہانک دیتے تھے ۔ جس سے زندگی قائم رہی ۔ بلکہ فجر الاسلام کی روایت میں تو سیدنا ابو سفیان کے فرزند سیدنا معاویہ کو سب سے بڑا حامی خاندانِ رسالت کا ظاہر کیا گیا ہے ۔ اس کتاب کی ظلم مصر سے آئی تو روافض اور جاہل عوام نے اس کے خلاف بڑا شور مچایا ۔ مگر وہ ظلم علمی ، افسوس کہ اسے اردو کے بجائے انگریزی میں پیش کیا گیا ۔ ورنہ عوام کو

بھی پتہ چلتا کہ وہ کس دھوکے میں ہیں۔ حضور کی یہ دونوں صاحبزادیاں اپنی نامساعد حالات کی وجہ سے کنواری بیٹھی رہیں۔ سیدہ خدیجہ کا انتقال ہوا۔ تو حالات اور بھی خراب ہو گئے۔ یعنی سسرال (ابنو امیہ) سے تعلقات سرد ہو گئے۔ مگر یہی حال دوسرے مسلمان گھرانوں کا بھی تھا۔ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی سیدہ عائشہ کی منگنی جبیر سے ہوئی تھی۔ کفر و اسلام کے جھگڑے میں نکاح کی نوبت نہ آئی۔ وہ بھی ۱۸، ۱۹ سال کی ہوگئیں۔ سیدہ زینب بنت جحش کی جو ان ہی کی ہم سن تھیں۔ شادی نہ ہوسکی۔ ... وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حبشہ چلی گئیں۔ اور نہ جانے کتنی لڑکیوں کی زندگی

پر ایسے اثرات مرتب ہوئے۔ جن کا ذکر کتابوں میں نہیں آیا۔ سیدہ فاطمہ پر مجوسیوں نے عجیب حملے کئے ہیں۔ ان کو ام ابیہا لقب دیا ہے۔ یعنی اپنے باپ کی اماں جان۔ جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنواری بیٹھی رہیں اور بڈھی ہو گئیں۔ ایسی اور بھی پھبتیاں کستے ہیں۔ جنہیں عوام منقبت پر محمول کرتے ہیں۔ کہ وہ حیض و نفاس سے پاک تھیں، زچگی میں بھی کبھی رطوبت خارج نہ ہوئی۔ وہ نورانی مخلوق تھیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر انہی میں کچھ کام کی باتیں بھی مل جاتی ہیں۔ جیسے لکھا ہے کہ :۔

۱۔ حضرت فاطمہ کی رگوں میں تاجدار رسالت کا خون رواں تھا۔ خدائے پاک نے آپ کو پاکیزہ ذہن، پر نور قلب، شریف طبیعت اور صالح فطرت عنایت فرمائی تھی۔ (فوق البشر خصوصیات جو شاید دوسری بہنوں میں نہ تھیں)

۲ - حضرت سیدہ بچپن ہی سے تنہائی پسند تھیں - آپ کو کھیل کود سے نفرت تھی - محلہ کی لڑکیوں کے ساتھ آپ کا میل ملاپ بالکل نہیں تھا....

۳ - حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ بیحد سنجیدہ ہو گئیں آپ بچپن سے سادگی پسند تھیں - ایک بار کسی شادی میں جانا تھا - خدیجہ نے رقیہؓ و ام کلثوم کو نئے کپڑے پہنائے مگر سیدہ فاطمہ نے نئے کپڑے پہننے سے انکار کر دیا - اور پرانے کپڑے جو پہن رکھے تھے انہی میں شادی میں شرکت فرمائی -

۴ - روایت ہے کہ سیدہ نماز کی دعاؤں کو ذہن نشین کرنے پر قادر نہ تھیں - حضور نے آپ کو صلوٰۃ التسبیح سکھائی جو تسبیح فاطمہ مشہور ہے - یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر - پڑھ لینے سے آپ کی نماز ادا ہو جاتی تھی - ان روایتوں سے اشارہ کیا جاتا ہے کہ خلقی طور پر آپ کم شعور تھیں - مگر الفاظ کی بندش سے معلوم ہوتا ہے کہ منقبت ہے....

سیدہ کی شادی - اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ ہجرت کے وقت سیدہ فاطمہ کی عمر ۱۹ سال تھی - جنگ بدر کے بعد جب شادی ہوئی آپ ۲۱، ۲۲ سال کی تھیں - اور سیدہ ام کلثوم ۱۸، ۱۹ سال کی تھیں - حضور کو تبلیغ دین اور کارہائے رسالت کی وجہ سے گھریلو معاملات میں توجہ دینے کی فرصت نہ تھی - گھر میں سیدہ سودا بنت زمعہ تھیں جو کبر سنی کی وجہ سے ایسے مسائل میں مداخلت سے عاری تھیں -

مدنی زندگی میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حضور سے مسئلے مسائل پوچھنے آنے لگیں - اور بقول بخاری ایسے مسائل بھی پوچھے جاتے تھے - :-

حدیث :۔ ایک عورت نے حضور سے پوچھا غسلِ حیض کس طرح کیا جائے۔ آپ نے فرمایا ایک کپڑا جس میں مشک لگا ہو لے اور اس سے طہارت کرے۔ اس نے پوچھا کیسے آپ نے فرمایا سبحان اللہ

تو آپ کی زوجہ نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور بتلایا کہ اس کپڑے کو اپنے مقام حیض پر مل۔ تجرید بخاری غلام علی ایڈیشن ص ۸۲

اس روایت میں مزدکی طریقہ طہارت کا درج ہے۔ مشک کا استعمال ظاہر ہے کہ اسلامی نہیں۔ مسلمان پانی سے طہارت کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل آگے ملے گی۔ یہاں بتلانا یہ مقصود تھا کہ تبلیغ اسلام کے لئے کسی خاتون کی شرکت و امداد ضروری ہوگئی تھی۔ جو ذی فہم اور عقلمند بھی ہو۔ ایسی خاتون سیدہ عائشہ ہی ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ حضور نے ابوبکر صدیق سے مشورہ کیا۔ اور صدیق اکبر نے منظور کر لیا۔ کیونکہ سیدہ عائشہ کے نکاح کے لئے وہ عرصے سے متفکر تھے۔ بخاری نے ان کی عمر شادی کے وقت ۹ سال بتائی ہے۔ جو جھوٹ ہے۔ الکمال فی اسماء الرجال۔ مشکوٰۃ میں واضح روایت ہے کہ۔ اسماء بنت ابوبکر عبداللہ بن زبیر کے قتل کے دس یا بیس دن بعد بہ عمر ۱۰۰ سال ۷۳ھ میں فوت ہوئیں۔ آپ حضرت عائشہ سے دس سال بڑی تھیں ص ۱۱۱۳۔

اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کی شادی حضرت عائشہ کی شادی کے چار ماہ بعد ہوئی۔ ایضاً

ان دو روایتوں سے معلوم ہوا کہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر ۲۷ سال قبل ہجرت پیدا ہوئیں۔ یعنی آپ سیدہ زینب بنت رسول اللہ کی ہم عمر تھیں اور سیدہ عائشہ دس سال بعد ۱۷ قبل ہجری پیدا ہوئیں۔

آپ حضور کی سب سے چھوٹی بیٹی سیدہ ام کلثوم کی ہم عمر تھیں اور سیدہ فاطمہ سے دو سال چھوٹی تھیں۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رونق افروز کاشانہ نبوت ہوئیں تو آپ انیس بیس سال کی ہو چکی تھیں۔ آپ نے امور خانہ داری کی تمام ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ آپ نے دیکھا کہ گھر میں دو جوان بیٹیاں ہیں اور حضرت علی بھی کنوارے بیٹھے ہیں۔ تو فوراً تجویز پیش کی کہ سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا جائے۔ حضور حیران ہو گئے۔ آپ نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ فاطمہ کی شادی علی کے ساتھ ہو سکتی تھی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ یہ کام مکہ ہی میں انجام دیا جا سکتا تھا۔ علی تو بچپن سے اسی گھر میں پل رہے تھے۔

غالباً یہ رشتہ سیدہ فاطمہ کو پسند نہ تھا۔ لیکن مادر مشفقہ کے سمجھانے سے راضی ہو گئیں۔ بڑے داماد سیدنا عثمان غنی نے حضرت علی کی طرف سے چار سو درہم زر مہر ادا کیا۔ جس سے خانہ داری کا سامان خریدا گیا۔ اور ایک صحابی نے اپنا مکان پیش کیا تو اللہ کی بنائی یہ جوڑی خوشی خوشی اپنے گھر میں جا کر رہنے لگی۔

روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زندگی زیادہ خوشگوار نہ تھی۔ امام جعفر نے کہا پیغمبر اسلام اپنی بیٹی کے گھر آئے تو دیکھا کہ بیٹی چکی پیس رہی ہے۔ اور ایک موٹا کپڑا جس سے اونٹ کی جھول بناتے ہیں اوڑھے ہوئے ہے۔ آپ آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا اے فاطمہ دنیا کی تلخی برداشت کرو تاکہ آخرت کی نعمات کی مستحق ہو سکو یہاں ملا باقر مجلسی یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضرت علی کسب معاش سے عاری تھے۔ وہ اپنی بیوی کو صحیح قسم کے کپڑے بھی مہیا کرنے سے معذور تھے۔ (تفصیل دیکھئے ہماری کتاب سبائی سبز باغ میں)

تاہم آپ کے بطن مبارک سے چار نامور اور مبارک بچے تولد ہوئے۔ جو اپنے والدگرامی کے ساتھ قابلِ پرستش قرار پائے۔ جن کی سب سے بڑی بہن سیدہ ام کلثوم تو اسلام کے سب سے بڑے اور باجبروت خلیفہ سیدنا عمر بن خطاب کی رفیقۂ حیات بننے کی سعادت سے ہمکنار ہوئیں۔

سیدہ فاطمہ کا انتقال تیس سال کی عمر میں ۱۱ھ میں ہوا۔ کسی نے بیس بائیس سال عمر لکھی ہے۔ کسی نے ۳۵ سال بتائی ہے جو محض جھوٹ اور افترا ہے۔ خاص مواقع پر خاص مقاصد کے لئے ایسی باتیں کہی جاتی ہیں۔

سیدہ ام کلثوم۔ آپ ۱۷ سال قبل ہجرت پیدا ہوئیں۔ یعنی اعلان نبوت سے ۴ سال پہلے۔ آپ کی زندگی بے حد گمنامی اور خاموشی میں بسر ہوئی۔ آپ کی شادی کا وقت اس وقت آیا جب سیدہ رقیہ (بڑی بہن) کا انتقال ہوگیا۔ مورخوں نے آپ کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ بنو امیہ میں بیاہی گئیں۔ اس لئے نہ جنت کی ملکہ بنیں نہ شہزادی۔

سیدہ رقیہ کے انتقال کے ایک سال بعد حضور نے ان کا نکاح عثمان غنی سے کردیا۔ ممکن ہے۔ بخاری کی وہ روایت جو ہم نے سیدہ رقیہ سے متعلق رقم کی ہے کہ حضور کو بچے کی نزع کے عالم میں بلایا اور وہ تشریف نہ لے گئے سیدہ ام کلثوم کے متعلق ہو۔ یعنی ان کے ایک بچی پیدا ہوئی اور مر گئی۔ حضرت عثمان کی ایک بچی کا ذکر ملتا ہے۔ جس کا نام رقیہ تھا۔ مگر وہ فوت ہوگئی۔ ممکن ہے وہ سیدہ ام کلثوم کے بطن سے ہو۔

شیعہ روایت تو اس سے بھی عجیب ہے۔

"آنحضرت تزویج کرد ام کلثوم دختر خود را بہ عثمان پیش ازاں کہ بخانہ او برود بہ رحمت الٰہی واصل شد۔"

یعنی نبی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کر دیا تو وہ رخصتی سے پہلے ہی فوت ہو گئیں ۔ حیات القلوب ملا باقر مجلسی ۔ اور ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ ہے ۔

اُسد الغابہ کی روایت کے مطابق آپ کا انتقال ۲۶ سال کی عمر میں شعبان ۹ھ میں ہوا ۔ حضور نے خود نماز جنازہ پڑھائی ۔ اور جنت البقیع میں دفن کیا ۔

مشہور روایت ہے کہ حضور نے حضرت عثمان سے کہا ۔ میرے پاس تیسری بیٹی نہیں ورنہ میں ضرور تمہارے نکاح میں دے دیتا

# امت کی مائیں

صواف صاحب نے گیارہ ازواج مطہرات کے حالات لکھے ہیں۔ یہ سب کتب سیر و صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ مگر بیسویں صدی کے تعلیم یافتہ دور میں ان روایات پر آنکھ بند کر کے ایمان نہیں لایا جا سکتا۔ جیسے ہمارے اسلاف ہر جھوٹ اور سچ کو تسلیم کر کے خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ اسلام دین فطرت ہے اور غیر فطری باتوں کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام ایسے لوگوں کو جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ جاہل بلکہ کافر قرار دیتا ہے۔ اسلام میں توہمات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہمیں سچ کی تلاش سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ اور صحیح روایتوں کا خزانہ بھی مسلمانوں کا جمع کیا ہوا موجود ہے۔ جو مزدکی غلاظت سے پاک ہے۔ اور یہ پہلی دوسری صدی ہجری کے محدث اسلام امام مالک مدنی کا مجموعہ حدیث ہے جو اس لئے جمع کیا گیا کہ عجمی مجوسیوں کی روایتوں کو رد کرے۔ (دیکھئے ہماری کتاب ارمغان عجم)

موطا امام مالک و محمد میں حضور کی بیشمار ازواج مطہرات کا کہیں اشارہ بھی نہیں ہے۔ ان کی ایک روایت سنئے۔

مالک۔ ابن شہاب زہری نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے ایک شخص سے فرمایا جس کے پاس دس بیویاں تھیں۔ اور جب ثقفی اسلام لے آئے تو ان سے فرمایا۔ ان میں سے چار کو روک لو اور باقی کو جدا کر دو۔ (موطا امام محمد کتاب النکاح ص ۲۳۲۔

اس حدیث کی موجودگی میں ہمارے لئے یہ سوچنے کی گنجائش ہی کہاں رہتی ہے کہ خود حضور نے ۹، ۱۱، ۱۳ یا بقول بعض مجوسی راویوں کے بیس یا تیس نکاح کئے تھے۔ جبکہ حضور نہایت سادگی کے ساتھ مسجد نبوی سے ملحق چند حجروں میں اپنے اہل بیت کے ہمراہ زندگی گذار رہے تھے۔ کوئی محل یا قلعہ تو نہ تھا۔ جہاں لونڈی غلام اور بیگمات پل رہے ہوں۔

حقیقت حال صرف اسقدر ہے کہ ہمارے ۱۹۴۷ء کی طرح اسلامی معاشرے میں پہلا انقلاب واقعہ ہجرت ہے۔ جس میں کفر و اسلام کی ہجا اُتھا شروع ہوئی اور لوگ الگ ہو گئے۔ مسلمان مرد و زن بھاگ بھاگ کر مدینہ آنے لگے اور کفار وہاں سے نکلنے لگے۔ اس میں کسی کا شوہر چھوٹ گیا، کسی کے بچے اور کسی کے بیوی بچے چھوٹ گئے۔ اور وہ جان بچا کر تنہا چلا آیا۔ اور ایک نیا معاشرہ تشکیل پانے لگا۔

وہاں نہ یتیم خانے تھے نہ کوئی ودھوا آشرم (ادارہ بیوگان) اس لئے حکم ہوا کہ جو کوئی جسے سہارا دے سکے ان لٹے پٹے خاندانوں کو پناہ دے۔ بیواؤں سے نکاح کرے اور ان کے بچے پالے۔ یہی حضور نے خود بھی کیا۔ اور اسلامی زندگی کا یہی لائحہ عمل بن گیا۔ گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہے۔ حضرت علی کے بڑے بھائی جعفر طیار شہید ہوئے تو ان کی بیوہ اسما بنت عمیس سے حضرت ابو بکر نے نکاح کر لیا۔ اور ان کے بچوں کو سہارا دیا۔ ابو بکر کے انتقال پر ان کو حضرت علی اپنے گھر لے گئے۔ اور ان سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ وہ ان سے عمر میں بہت بڑی تھیں اور کبھی بڑے بھائی کی بیوہ رہ چکی تھیں۔

چنانچہ جنگ بدر کے بعد شہدائے بدر کے وارثوں کو بھی اسی طرح پناہ کی ضرورت تھی۔ اور خود مسلمانوں کی لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی تھیں۔ جن میں سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ زینب بنت جحش بھی تھیں

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ۔ ہم بتلا چکے ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کو اپنے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کی نگرانی میں چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ یہ دونوں بزرگ عرصے سے حضور کا کاروبار تجارت دیکھتے تھے۔ اور حضور کو فکر معاش سے بے نیاز ہو کر تبلیغ دین میں معروف رہنے کا موقعہ فراہم کر رہے تھے۔

جنگ بدر کے بعد آپ کے اموی داماد حضرت ابوالعاص فدیہ دیکر مکہ گئے اور حسب وعدہ اپنی بیوی یعنی حضور کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو معہ بچوں کے حضرت زید کے پاس بھیج دیا۔ تو سب کو لیکر مدینہ چلے آئے۔ غالباً اسی قافلے میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے اہل بیت بھی مدینہ آئے۔ اور جس طرح حضور کی دو صاحبزادیاں۔ سیدہ فاطمہ اور سیدہ ام کلثوم بے بیاہی بیٹھی تھیں۔ صدیق اکبر کی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہ بھی بے بیاہی تھیں۔ عرب معاشرے میں جوان عورتوں کا بے بیاہا رہنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے عائشہ صدیقہ کے والدین فکر مند تھے۔ اور حضور کو اس کا علم تھا۔

چنانچہ حضور نے اس کا حل تلاش کر لیا۔ آپ کو تبلیغ دین کے سلسلے میں عورتوں کی رہنمائی کرنے کے لئے کسی ہوشیار ذہین اور معاملہ فہم و معتمد خاتون کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ آپ نے سوچا صدیق

اکبر کی بیٹی ہی بے لوثی اور بے جگری سے یہ کام انجام دے سکتی ہے۔ چنانچہ اظہار خیال فرمایا۔ اور صدیق اکبر نے اسے قبول کر لیا۔ سیدہ صدیقہ کی عمر اس وقت ۱۹ یا بیس۲۰ سال کی تھی۔

عجمیوں نے اس معاملہ میں بڑی رنگ آمیزی کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ نکاح مکہ میں ہوا تھا۔ رخصتی مدینہ میں ہوئی۔ کوئی کہتا ہے آپ بچی تھیں گڑیاں کھیلتی تھیں۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ سال کی تھی اور رخصتی کے وقت ۹ سال کی تھیں۔ مگر اب مولویوں کو بھی یہ احساس ہو رہا ہے کہ یہ قصے غلط ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ نے تاویل فرمائی ہے۔ کہ۔

حضرت عائشہ کی عمر کے متعلق روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نکاح کے وقت ان کی عمر ۶ سال اور رخصتی ۹ سال عمداً یا سہواً لکھی گئی۔ یعنی دہائی کا ہندسہ گرا دیا گیا ہے۔ ۱۶ کو ۶ اور ۱۹ کو ۹ کسی خاص مقصد سے کیا گیا ہے۔" (عورت کا عائلی مقام ص ۱۷۲)

موصوف نے بخاری صاحب کی بڑی اچھی وکالت فرمائی ہے مگر یہ اس کے لئے ہے جس نے بخاری شریف جو بقول ملاؤں کے قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ دیکھی نہ ہو۔ بخاری کو سیدہ کی کم عمری پر اصرار ہے۔ وہ بار بار ایسی روایات دہراتا ہے معلوم نہیں مولوی حضرات ان روایات کی کیا تاویل فرمائیں گے مثلاً حضور نے عائشہ سے نکاح کیوں کیا؟

حدیث ۱۱۳۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ میں نے تجھے (عائشہ کو) خواب میں دیکھا۔ ایک فرشتہ ریشمی کپڑے میں تیری تصویر لایا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ یہ آپ کی بی بی ہیں۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا۔ تو وہ بعینہٖ تو تھی۔ میں نے سوچا اگر یہ اللہ کی طرف سے

ہے تو ہو کر رہے گا۔ (بخاری ج ۳ ص ۳۴ کتاب النکاح)

گویا حضور نے اپنے دوست ابوبکر کی ۶ چھ سالہ بچی کو جو گلیوں میں کھیلتی پھرتی تھی۔ کبھی دیکھا نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو اس کا فوٹو بھیج کر رغبت دلانا پڑی۔ پھر رسول نے کیا کیا؟

حضور نے عائشہ کی خواہش کی۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا۔ آپ تو میرے بھائی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ تم میرے دینی بھائی ہو۔ اور عائشہ میرے لئے حلال ہے۔ ایضاً

(یعنی ابوبکر کہتے رہے۔ آپ اس کے باپ کے برابر ہیں) اور جب نکاح ہو گیا۔ تو۔

حدیث ۱۴۷۔ جب مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا میری ماں آکر مجھے گھر لے گئی۔ مجھے بجز اس وقت کے کہ آنحضرت نے چاشت کے وقت خلوت کی کچھ ڈر معلوم نہ ہوا تھا۔ ایضاً ص ۵۱

(یعنی معاذ اللہ صبح ناشتہ کے وقت خلوت کی اور بچی ڈر گئی)

اور پھر اس کے بعد۔

حدیث ۱۹۷۔ سودا بنت زمعہ نے اپنی باری عائشہ کو دیدی اور رسول اللہ حضرت عائشہ کے وہاں دو دن رہتے تھے۔ ایک دن ان کی باری کے دن اور دوسرے دن سودہ کی باری کے دن (بخاری ج ۳ کتاب النکاح ص ۴۶)۔

حالانکہ اس وقت حضور کے گھر میں سیدہ سودا کے علاوہ کوئی زوجہ نہ تھی۔ اور سیدہ سودا کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ ساٹھ سال کے لگ بھگ تھیں۔ وہ حضور کے عیالہ عقد میں پانچ سال سے رہا

نہ رہیں ۔ یعنی سنہ ۳ھ میں فوت ہو گئیں ۔ پھر اس روایت کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے ۔ کہ اپنی باری سیدہ عائشہ صدیقہ کو دیدی تھی ۔

بخاری صاحب کی بلا سے حضور کی سیرتِ طیبہ داغدار ہو ۔ یا اسلام رسوا ہو ۔ مگر مسلمان بخاری صاحب کو مفتری نہیں کہیں گے نہ ان کی روایات کو بہتان و اتہام تسلیم کریں گے ۔

ان کو کون بتلائے کہ ہمارے عجمی بزرگوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور عربی زبان پر عبور حاصل کر کے کیسی ہوشیاری سے قرآنی تعلیم کو مسخ کیا ہے ۔ انہوں نے ایک بالکل نیا اسلام تیار کیا ۔ اور اس کا نام باطنی اسلام رکھا ۔ باطنی اسلام عراق، ایران، بلخ، بخارا اور ہندوستان میں اسی لئے مقبول ہوا کہ اس میں عجمی مزد کی عقائد کو عربی میں منتقل کر کے شامل کر دیا گیا تھا ۔ یہ عقائد ہماری کتب حدیث و فقہ و تفسیر میں موجود ہیں ۔ ( تفصیل کے لئے ہماری کتاب ارمغان عجم ) دیکھئے ۔

ان کتابوں میں عربوں اور خاص کر رسول عربی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے خلاف بغض و عناد اور نفرت کے جذبات چھپائے نہیں گئے ہیں ۔ مگر مسلمان جہالت اور کم علمی کی وجہ سے انہیں محسوس نہ کر سکے ۔ تاریخ ہو یا سیرت یا مغازی سب انہی جذبات سے بھری پڑی ہیں اور رد کرنے کے لائق ہیں ۔ واضح رہے کہ سنہ ہجری کا اجراء سنہ ۱۶ھ میں حضرت عمر فاروق نے کیا ہے ۔ اس سے پہلے کے واقعات مورخوں نے اندازے سے لکھے ہیں ۔ اور تمام تاریخیں اور دن و سال قیاسی ہیں اس لئے ان میں اختلافات ہیں ۔ حتیٰ کہ خود حضور کی تاریخ وفات میں سب مورخ متفق نہیں ہیں ۔ تو دوسروں کی صحیح تاریخ پیدائش کا

دعویٰ کرنا کب روا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے بخاری نے کسی روایت میں تاریخ مہ و سال کا لحاظ نہیں رکھا ہے۔ اور بے چارا لکھ دیا ہے۔ بخاری صاحب نے سیدہ عائشہ صدیقہ پر جو بہتانات باندھے ہیں ان کے جواب کے لئے کئی کتابیں درکار ہوں گی۔ یہاں ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں سہ

سم ۔ حدیث ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے ایک صاع پانی مانگا اور غسل کرنا شروع کر دیا۔ اول اپنے سر پہ پانی ڈالا۔ اس وقت درمیان میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ (وبینہا وبین السائل حجاب) تجرید بخاری غلام علی ص ۴۲۔

پھر مسلمانوں نے بارہ سو سال میں یہ کبھی نہ پوچھا کہ پردہ حائل تھا تو دکھایا کیا۔ اور وہ بدبخت کون مسلمان تھا جو امت کی ماں سے پوچھنے گیا۔ مزدکیوں کی طرح اپنی ماں کو نہاتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مجوسوں کو سیدہ صدیقہ سے بہت سی شکایتیں ہیں۔ آپ نے جنگ جمل میں حصہ لیکر سبائیوں کی سازش سے پردہ اٹھا دیا۔ اور دنیا کو دکھلا دیا کہ حضرت علی مجبور محض تھے۔ وہ خود خلیفہ نہیں بنے تھے۔ سبائیوں نے ان کو خلیفہ بنایا تھا۔ وہی ان کو مدینہ سے کوفہ لے گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑایا۔ اور جب کام نکل گیا۔ تو خود ہی حضرت علی کو راستے سے ہٹا دیا۔

سیدہ صدیقہ نے حق بات کہنے میں کبھی کوئی پس و پیش نہ کیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور اسوہ حسنہ پر روشنی ڈالیئے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا قرآن حکیم

پڑھو۔ یہی تمہارے نبی علیہ السلام کے اسوہ حسنہ کی تفسیر ہے۔
یعنی حضور کی زندگی مکمل طور پر قرآن حکیم کے تابع تھی۔
پس قرآن میں حضور کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول کی عظمت اس کے مشن کی کامیابی میں ہے۔ نہ کہ اسکی نجی زندگی میں کہ وہ کھاتے کیا تھے پہنتے کیا تھے۔ اور بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھ کو کیوں پھرتے تھے۔ مختصر یہ کہ سیدہ نے عجمی خرافات جو شمائل نبوی اور سیرتِ طیبہ کے نام سے دو سو سال بعد شائع ہونے والی تھی۔ پہلے ہی سے رد فرما دی تھی۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اپنے سرچشمہ ہدایت کو نظر انداز کر کے گمراہی قبول کر لی اور مغضوب علیہم میں شامل ہو گئے۔
سیدہ عائشہ صدیقہ کی عظمت ۔ سیدہ کی عظمت کا اعتراف دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ کہتے ہیں آپ بے حد ذہین، فرض شناس اور ذمہ دار تھیں۔ اسی وجہ سے حضور نے ان کی طرف توجہ فرمائی۔ اور مکمل دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ فرمایا۔ سیدہ خود دینی مسائل کے بارے میں پوچھتی رہتیں اور اپنی معلومات بڑھاتیں۔ قرآن حکیم کا آپ نے گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اور اس طرح علم قرآن علم حدیث، اور علم فقہ، پر عبور حاصل کیا۔ آپ نے امت کی رہنمائی کے لیے خود کو اس طرح تیار کیا کہ اگلے پچاس سال تک خلفائے راشدین و جلیل القدر اصحابِ رسولؐ اہم مسائل کی گرہ کشائی کے لیے آپ سے رجوع کرتے رہے۔ آپ کے چند مشہور اقوال جو دشمنوں کو بھی اپنی کتابوں میں درج کرنے پڑے قیامت تک اسلام کی رہنمائی کرتے رہیں گے ...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تجھ سے جو کوئی یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا ہے۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تدرکہ الابصار۔ اور جو تجھ سے کہے کہ وہ غیب کا حال جانتے تھے تو وہ بھی جھوٹا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یعلم الغیب الا اللہ۔ بخاری ج ۳ ص ۵۳۷، کتاب التوحید۔

اس قول فیصل کی موجودگی میں جو قرآنی حوالوں کے ساتھ ہے بخاری کی وہ تمام روایتیں جو معراج جسمانی۔ حیاتِ قبر، غیب دانی، جادو منتر اور معجزوں یا دیگر مجیر العقول باتوں سے متعلق ہیں۔ لا یعنی ثابت ہو جاتی ہیں۔ پھر ان پر ایمان لانے کا جواز کیا ہے!

باطنی اسلام اور باطنی علوم کے متعلق بھی امت کو ام المومنین نے قبل از وقت مطلع کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو آدمی یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے کسی حکم کو چھپا لیا (کتمَ شیاً)، وہ جھوٹا ہے۔ انبیاء علیہم السلام تو اللہ کے حکم کے مطابق ہی تعلیم دیتے تھے۔ اور ان کو حکم تھا۔ بَلّغ ما اُنزِلَ الیک۔ (بخاری)

یعنی علوم باطنی اور باطنی اسلام کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جو ان کو مانے وہ مومن نہیں۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سیدہ صدیقہ کی ہستی کتنی با عظمت ہے۔ وہ مینارۂ نور کی طرح جو وہ سو سال سے ایمان کی روشنی پھیلا رہی ہیں۔ اور گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھلا رہی ہیں۔ جبھی تو امام مالکؒ نے اپنی موطا میں فقہی مسائل کے لیئے آپ ہی کی روایتوں پہ انحصار کیا ہے۔

امام زہری فرماتے تھے۔ تمام امہات المومنین کا علم جمع کرد تو حضرت عائشہ کا علم وفضل ان سب میں افضل ہے۔

عطا بن رباح کا قول ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ تمام لوگوں میں زیادہ فقیہہ اور تمام لوگوں سے احسن ترین رائے دینے والی تھیں۔

قرآن حکیم فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا ذَالِکُمُ الشَّیطَانُ یُخَوِّفُ اَولِیَاءَہٗ فَلَا تَخَافُوہُم وَخَافُونِ اِن کُنتُم مُومِنِینَ ۔ شیطان اپنے پرستاروں کو ڈراتا ہے۔ تم اس سے نہ ڈرو۔ صرف مجھ (اللہ) سے ڈرو اگر ایمان والے ہو۔

اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اس کی تفسیر فرماتی ہیں

مَنِ التَمَسَ رِضَی اللّٰہِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ وَاَرضیٰ عَنہُ النَّاسَ ۔
وَمَنِ التَمَسَ رِضَی النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰہِ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَاَسخَطَ عَلَیہِ النَّاسَ

(۱) جو اللہ کی خوشنودی چاہے گا۔ اللہ اس سے راضی ہوگا خواہ لوگ اس سے ناراض ہو جائیں۔ اور وہ لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دے گا۔

۲ ۔ اور جو لوگوں کی خوشنودی چاہے گا، اللہ کو ناراض کریگا تو اللہ اس سے ناراض ہوگا، اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کردیگا (کتاب التوحید شیخ الاسلام محمد عبدالوہاب نجدی علیہ الرحمت)

سیدہ صدیقہ کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا۔ آپ نے ۶۵، چھہ سال کی عمر پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ تیرہ سو سال سے امت حج بیت اللہ کو جاتی ہے۔ تو رسول کریم کے بعد اپنی ماں کو سلام کرنے بھی جاتی ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

۲ سیدہ حفصہ - آپ سیدنا عمر فاروق کی بیٹی اور حضرت خنیس کی زوجہ تھیں۔ جنگ بدر میں آپ کے شوہر شہید ہو گئے آپ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ پھر بھی عرب معاشرے میں چونکہ جوان عورت کو بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہ چھوڑا جاتا تھا۔ حضرت عمر کو فکر ہو گئی۔ حضور کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے اپنی کفالت میں لینے کی خواہش کی۔ حضرت عمر فاروق نے اسے اپنی عزت افزائی تصور کیا۔ کیونکہ ایک جاں نثار دوست سے اب آپ سردار امت کے پدر نسبتی کے زمرے میں آگئے۔ اور یقیناً یہ بہت بڑا افتخار تھا۔

سیدہ حفصہؓ بھی سیدہ صدیقہ کی طرح ذہین اور ہوشیار خاتون تھیں۔ امور خانہ داری کے علاوہ امور تبلیغ میں بھی ہاتھ بٹا سکتی تھیں اور حضور کا مقصد ازدواج یہی تھا۔ ورنہ ۵۵ پچپن سال کی عمر میں تعدادِ ازدواج بڑھانے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ یہ نکاح بھی تبلیغ اسلام کی وسعت کے خیال سے ضروری سمجھا گیا۔

۳ سیدہ ام حبیبہ - رملہؓ بنت سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ پہلے مسلمانوں میں سے ہیں جنہیں مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ عبداللہ حضور کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ حضور کی پھوپھی امیمہ بنو امیہ میں بیاہی گئی تھیں۔ اس لئے یہ حضور کے اموی رشتہ دار تھے۔ قریش کی سنگتیاں بڑھیں تو حضرت عثمان غنیؓ اموی کے ہمراہ یہ لوگ بھی عازم حبشہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ اپنی بیوی کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی۔ عُبیداللہ اور بہن برہ عرف زینب بنت جحش کو بھی لیتے گئے۔ ان سب اولین مسلمانوں نے دس بارہ

سال حبشہ میں جلاوطنی کی زندگی بسر کی۔ اور وہیں غربت و تنگدستی میں عبداللہ بن جحش کا انتقال ہوگیا۔ روایتوں میں ہے کہ آپ نے مذہب بدل کر عیسائیت قبول کر لی تھی۔ جو محض جھوٹ ہے عیسائیت قبول کرتے تو مکہ واپس چلے جاتے۔ اہل مکہ کو اسلام سے عناد تھا، عیسائیت سے نہ تھا۔

حضورؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے شاہ حبشہ نجاشی کو لکھا کہ عبداللہ بن جحش میرا بھائی فوت ہوگیا ہے۔ اس کی بیوی اور چھوٹے بھائی بہن سرداران قریش کے رشتہ دار آپ کے وہاں بے سہارا رہ گئے ہیں۔ ان کی واپسی کا انتظام فرما دیجئے۔ میں ان کا کفیل و ولی ہوں۔

نجاشی نے ان سب کو دربار میں بلایا۔ اور جب معلوم ہوا کہ سیدہ ام حبیبہ سردار قریش ابوسفیان کی بیٹی مدینہ جانا چاہتی ہیں تو ان کا نکاح حضور اقدس سے کر دیا۔ روایت ہے کہ خطبہ نکاح حضرت عثمان غنی نے پڑھا۔ اور خالد بن سعید بن العاص گواہ تھے۔ نجاشی نے ۴ سو دینار زر مہر اپنے خزانے سے ادا کیا۔ اور سیدہ کے جہیز میں تحفہ و تحائف دیگر اعزاز کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت عثمان غنی اور جعفر طیار ابن ابو طالب بھی انہی کے ہمراہ واپس آئے۔

اس طرح سیدہ ام حبیبہؓ جو قریش کے سردار کی بیٹی اور عرب کی شہزادی تھیں۔ شاہانہ کروفر کے ساتھ محل سرائے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہوئیں۔ اس رشتے سے بنو امیہ سے حضور کے تعلقات قریبی ہوگئے۔ چنانچہ روایت ہے

کہ ابوسفیان نے سنا تو کہا۔

ھوالفعل لا یقدع انفہٗ۔ یعنی اس کام کے بعد تو انکی ناک نہیں کاٹی جا سکتی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد ہی سے قریش کی مخالفت دھیمی پڑ گئی۔ بلکہ ان کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ سیدنا معاویہ کے ابا ابوسفیان کا مدینہ منورہ آنا اور اپنی بڑی بہن سیدہ ام حبیبہ رض ام المومنین کی گود میں سر رکھ کر لیٹنا۔ ام المومنین رض کا ان کے بالوں میں کنگھی کرنا، تیل ڈالنا۔ اور حضور کا یہ منظر دیکھ کر خوش ہونا۔ ہماری روایت کی کتابوں میں موجود ہے۔

سیدنا معاویہ کا تعلیم یافتہ ہونا اور کتابت وحی کا کام کرنا بھی ثابت ہے۔ لیکن دشمنانِ اسلام حضرت علی کو ان سے بڑھانے کے لئے۔ ان واقعات کو طرح طرح سے غیر اہم بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ آنا اور حضور کے پاس ٹھہرنا بھی ایک مذاق بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

ابوسفیان رض تشریف لائے تو ان کی بیٹی سیدہ ام حبیبہ نے حضور کا بستر الٹ دیا کہ آپ کافر ہیں۔ رسول اللہ کے پاک بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ حالانکہ اسلام چھوت چھات اور اونچ نیچ کا مذہب نہیں ہے حضور تو کافروں کو مسجد میں جمع کر کے تبلیغ دین فرماتے تھے۔ آپ نے ابوطالب اور حضرت عباس کو نجس نہ سمجھا۔ حضرت عباس نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ جبکہ ابوسفیان ان سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ جبھی تو حضور نے ان کے مکان کو خانہ کعبہ کے بعد دار الامان قرار دیا۔ یہ سعادت ابوطالب اور حضرت عباس کو حاصل نہ ہو سکی۔

حقیقت یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام صرف عجمیوں نے کیا ہے۔ اور عجمی بنو امیہ سے خاص طور پر اور عربوں سے عام طور پر متنفر رہے ہیں۔ بقول فردوسی ؎

زِ شیر شتر خوردن و سمار
عرب را بجائے رسید است کار

اور یہ عرب بنو امیہ ہی تھے۔ جن کی تلواروں نے عجمیوں کی نسلی برتری کو خاک میں ملا دیا تھا۔ وہ خاندانی طور پر جنگجو سپاہی، اور سیاستدان، مدبر اور ذی اقتدار افراد تھے۔ پس لازم ہو گیا کہ ان کی ہر خوبی میں کیڑے ڈالے جائیں۔ اور برائیوں اور کمزوریوں کا چرچا کیا جائے۔ اور ان کے متقابل مسکین و مفلس بنو ہاشم کو جو خانہ کعبہ کو ذریعہ معاش بنائے جی رہے تھے۔ یعنی بتوں کی پوجا پاٹ چڑھاوے وصول کر کے کھاتے تھے خوشامد اور مکاری سے ملا لیا جائے۔ اور ان کو اتنا سر چڑھایا جائے۔ کہ وہ انسان سے خدا بن جائیں۔ اور پوجے جانے لگیں۔ تاکہ اسلام کو زک پہنچے۔ اور وہ اس کوشش میں کامیاب ہوئے....

مجوسوں نے حضرت معاویہ کی بہن ام المومنین سیدہ ام حبیبہ کے مقابل حضرت علی کی بہن ام ہانی کو اہم بنانے کے لئے لکھ دیا کہ۔ نعوذ باللہ حضور نے ام ہانی کے گھر میں ایک شب بسر کی تو آپ کو معراج ہو گئی۔ جبکہ ام ہانی کا کافر شوہر ہبیرہ موجود تھا۔ (دیکھئے وقائع زندگی ام ہانی از علامہ محمود احمد عباسی)

سیدہ ام حبیبہ کی حبشہ سے واپسی کو روایتوں میں موخر کیا جاتا ہے۔ اور سیدہ زینب بنت حجش سے ان کے رشتہ کو چھپایا جاتا ہے۔

اس کی وجہ ظاہر ہے۔

آپ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی امیر المومنین و خال المسلمین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی بہن، امیر المومنین یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ اسی لئے مجوسی نژاد مورخ و محدث آپ کے وجود پر پردے ڈالتے چلے گئے۔ آپ نے شیعان علی کا محاصرہ توڑ کر سیدنا عثمان غنی کو پانی پہنچانے کی کوشش جو کی تھی وہ تاریخ میں نقش کا لحجر ہے۔ حضرت علی آزاد و خود مختار ہوتے تو ام المومنین کو یہ زحمت نہ کرنا پڑتی۔ آپ پانی کا مشکیزہ لے کر گئیں تو سبائیوں نے آپکو گھوڑے سے گرا دیا اور پانی بہا دیا۔ حضرت علی اپنے بچوں کے ہاتھوں ایک ڈول پانی تو خلیفہ مظلوم کے لئے بھیج نہ سکے۔ مگر روایتوں میں لکھا ہے کہ ان کے دونوں بیٹے حسن اور حسین تلواریں لئے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔

ام المومنین ام حبیبہ کا انتقال ۴۴ھ میں ہوا۔ آپ سردار عرب کی بیٹی تھیں۔ سردارِ دو جہاں کے گھر کی رونق بنیں۔ اور آپ کے بھائی بھتیجے ستر سال تک کوہ و دشت و دریا میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہتے نبی اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے۔ ہندوستان سے لیکر اسپین و مراکش تک اسلام کے جھنڈے لہرا گئے۔

۴ - سیدہ زینب بنت جحش - حضور کی پھوپھی زاد بہن جو اموی خاندان سے تھیں۔ موصوفہ اپنے بھائیوں اور بھابھی کے ساتھ حبشہ گئی تھیں۔ وہاں دس بارہ سال غربت و مسافری میں گذارے۔ آپ کی شادی نہ ہو سکی۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ کی ہم عمر تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی عبداللہ بن جحش کے انتقال پر اپنی بھابھی سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان اور چھوٹے بھائی عبیداللہ کے ساتھ مدینہ تشریف لائیں۔ نکاح کے لئے کوئی موزوں فرد نظر نہ آیا۔ تو حضور نے ان کا نکاح اپنے متبنیٰ سیدنا زید بن حارثہ سے کر دیا۔ اور زرِ مہر خود ادا کیا۔ واضح رہے کہ زید کی بیوی ام ایمن اور بیٹا حضرت اسامہ بن زید بھی موجود تھے۔

سیدہ زینب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ وہ اموی خاندان کی بیٹی تھیں۔ ایک آزاد کردہ غلام کی زوجیت میں رہنا پسند نہ کرتی تھیں۔ آپ کا سلوک زید کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ حضور سے شکایتیں ہوئیں۔ حضور نے سمجھا بجھا کر بار بار معاملہ رفع دفع کیا۔ مگر ایک دن زید کو غصہ آ گیا اور انہوں نے طلاق دیدی۔

اب سیدہ زینب کے ساتھ حضور کے لئے بھی ایک مسئلہ پیدا ہو گیا۔ پہلے وہ غلام کی بیوی تھیں۔ اسلام نے اسلامی مساوات کے تحت اسے جائز کر دیا تھا۔ مگر اب وہ ایک غلام کی مطلقہ ہو گئیں جسے نیا نیا اسلامی معاشرہ بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ خود حضور بھی پریشان ہو گئے۔ ایسی عورت سے کون شادی کرے گا جو غلام کی زوجیت میں رہ چکی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کا حل نکال دیا۔ یہ واقعہ جنگ خندق

کے موقعہ کا ہے۔ سورہ احزاب میں اس مسئلہ کا حل تفصیل سے درج ہے۔ یہ سورہ ۵ھ کا بتلایا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے قرآن کی زبان سے سُنئے۔

آیت ۵ - مومنو! اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو۔ اللہ کے پاس یہ بات بہتر ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپ کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور موالی (زیر سرپرستی) ہیں۔ اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔ لیکن بشرطیکہ قصداً نہ کرو۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت ۶ - رسول کا حق مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بڑھ کر ہے۔ اور رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور رشتہ دار کتاب اللہ کی رو سے بعض بعض پر فوقیت رکھتے ہیں مسلمانوں اور مہاجروں کے مقابلے میں۔ ہاں تم ان سے اچھا سلوک کرنا چاہو تو اور بات ہے۔ اللہ کی کتاب میں یونہی لکھا ہے۔

آیت ۳۷ - اور جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔ خدا سے ڈر، تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا ہے۔ جسکو اللہ ظاہر کرنے والا ہے۔ اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے۔ حالانکہ خدا ہی زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

پھر جب زید نے اس سے قطع تعلق کر لیا تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا۔ تاکہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کو جن سے وہ قطع تعلق کر لیں کوئی تنگی یا دشواری نہ رہے۔ اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر رہتا ہے۔

آیت ۴۰ ۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور رسولوں کا سلسلہ ختم کرنے والے (آخری نبی) ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ (قرآن)

عجمی مجوسیوں نے ان آیاتِ کریمہ کا مذاق بنایا ہے۔ ان کے معنے بدلے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر حملے کئے ہیں۔ اور مسلمانوں نے کبھی احتجاج نہ کیا۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ نے چنگیز خاں، ہلاکو، تیمور اور دیگر حملہ آور بھیج کر ان کو بار بار ذلیل و خوار کیا ہے۔ اور آخر میں انہیں انگریزوں کا غلام بنا دیا۔ تاکہ ان کو علم و ادب کا شوق اور عقل استعمال کرنے کی تمیز سکھائیں۔ اور اب بھی نہ سمجھے تو یقیناً یہ پھر کسی سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے۔ یا شاید تباہ ہی کر دیئے جائیں۔

وہاں صرف اتنی سی بات تھی کہ حضور نے زید بن حارثہ کو متبنیٰ بنایا تھا۔ وہ زید بن محمد مشہور ہو گئے۔ ان کی عزت افزائی کیلئے اپنی پھوپھی زاد بہن سے نکاح کر دیا۔ ان میں ان بن ہوئی۔ حضور نے سمجھایا۔ خدا کا خوف دلایا۔ مگر زید نے طلاق دیدی اور حضور کیلئے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے متبنیٰ (منہ بولے بیٹا بیٹی) کا یہ ڈھونگ ہی ختم کر دیا۔ اور کہا ایسے لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو۔ اور اس کی مطلقہ سے خود نکاح کر کے یہ جھگڑا ختم کر دو۔ اس سے زینب کی سبکی دور ہو جائے گی۔ مگر ساتھ ہی ایک اور حکم بھی دیا گیا۔

آیت ۵۰ ۔ اے نبی تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے مہر دیدیئے ہیں۔ حلال کر دی ہیں۔ اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ

تمہیں کفار سے مال غنیمت میں دلائے اور تمہارے چچا کی لڑکیاں
پھوپھی کی لڑکیاں۔ ماموں کی لڑکیاں، خالہ کی لڑکیاں جو بے وطن
ہو گئی ہیں۔ اور کوئی دوسری مومن عورت جو تمہارے پاس رہنا
چاہے اگر پیغمبر بھی اسے قبول کریں۔ حلال ہیں۔ لیکن یہ اجازت صرف
تمہارے لئے ہے۔ سب کے لئے نہیں۔

آیت ۵۲ ۔ ان کے سوا اور عورتیں تم کو حلال نہیں ہیں۔ اور نہ
یہ اجازت ہے کہ ان کو چھوڑ کر تم دوسری بیویاں کرو خواہ ان کا حسن
تم کو اچھا لگے۔ مگر ہاں جو تمہاری پناہ میں آجائیں۔ تمہیں اختیار ہے۔
اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔ (سورہ احزاب)

کسی نے اعتراض کیا طلاق کے فوراً بعد نکاح کیسے ہو سکتا ہے۔ سیدہ زینب کو
عدت گذارنا چاہئے تو اللہ تعالےٰ نے وہ راز فاش کر دیا۔ جسے ہمارا مولوی ہزار سال سے
چھپا رہا ہے۔ اور طرح طرح کے افسانے تراشتا ہے۔

عدت کی ضرورت نہیں

(۴۹) اور اے ایمان لانے والو۔ جب تم مومن عورتوں
سے نکاح کرو۔ اور اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے
دو۔ تو تم کو حق نہیں ہے کہ اُن سے عدت پوری کرواو
اُن کو کچھ تحائف دیکر خوش دلی سے رخصت کر دو (زید)
سورۂ احزاب

چنانچہ حضرت زید نے سیدہ کو چند تحائف پیش کئے اور عزت و احترام کے ساتھ
رخصت فرما دیا۔

ان احکامات قرآنی سے واضح ہوگیا۔ کہ سیدہ زینب بنت جحش آپ کی آخری زوجہ مطہرہ تھیں۔ ان کے بعد مزید نکاحوں سے آپ کو روک دیا گیا تھا۔ ہاں کنیزیں رکھنے کی اجازت تھی۔ وہ آپ کو ملتی رہیں۔ اور آپ ان کو پالتے رہے۔

چنانچہ محمود احمد صواف کا یہ فیصلہ صحیح ہے کہ نوجوان ماریہ قبطیہ ملک یمین (لونڈی) کے طور پر آئیں۔ آپ نے اس سے تعلقات استوار کئے۔ اس کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور موصوفہ ام ولد قرار پائیں۔ شریعت اسلامیہ میں ام ولد کو بیع نہیں کر سکتے۔ خدمتِ جاریہ لے سکتے ہیں۔ اس طرح یہ زوجہ نہ تھیں ملک یمین۔ صواف صاحب نے یقیناً جسارت کر کے سیدہ ماریہ قبطیہ کو ملک یمین بتلایا ہے۔ مگر ملکِ یمین کا ترجمہ کنیز یا لونڈی کرنا ہمارے عجمی مفسرین کی شرارت ہے جس کے ہم بھی شکار ہیں ...

قرآنِ حکیم میں ہے۔ ما ملکت یمینک۔ جس کا ترجمہ کیا گیا ہے تمہارے ہاتھ کا مال یعنی لونڈیاں۔ حالانکہ اس کا ترجمہ ہے۔ کہ جو پناہ دامن کے لئے تمہاری ملکیت میں آجائیں۔

اسلامی معاشرے میں مقتولین کے بیوی بچوں اور لواحقین کو بھوکوں مرنے کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ ان کی پرورش کی ذمہ داری حکومت پر آجاتی تھی۔ اسلئے انہیں اپنے ملک میں لاکر ایسے لوگوں کے سپرد کر دیا جاتا جو ان کی دیکھ بھال کر سکتے۔ جیسا کہ اگلی روایتوں سے واضح ہو جاتا ہے۔

لونڈی غلام کا موجودہ رواج کہ پاکستان سے بعض ڈاکو عورتوں بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے اور عرب ملکوں میں

فروخت کرتے ہیں۔ یہ کافروں سے بدتر اور مذموم فعل ہے۔ اسلام سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ یہ ملک یمین نہیں ہوتے۔ یہ مظلوم ہوتے ہیں۔ اور ظالم جو خرید و فروخت کرتے ہیں جہنمی ہیں۔ بلکہ دنیا میں بھی ان کو سزا مل جاتی ہے۔ دیکھو قاہرہ اور بیروت کے عیاشی کے اڈوں کا کیا حشر ہوا۔

اسی طرح بعض ازواج مطہرات کا مرتبہ بھی کم و بیش تھا۔

ا۔ سیدہ اُم سلمہؓ۔ آپ سے نکاح محض کفالت کی وجہ سے کیا گیا تھا۔ جنگ احد میں حضرت ابو سلمہ یعنی عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ، جو حضور کے رضاعی بھائی تھے شہید ہو گئے۔ ان کی بیوہ سیدہ ھند بنت ابی امیہ المعروف ام سلمہ اپنے بچوں کے ساتھ بے سہارا ہو گئیں۔ حضور نے ان کو اپنے سایۂ عاطفت میں لینے کا فیصلہ کیا۔ موصوفہ نے احتجاج فرمایا۔

اِنی مسنۃٌ او اِنی ام ایتام او اِنی مشل بین الغیرۃ

یعنی میں سن رسیدہ ہوں۔ یتیم بچوں کی ماں ہوں اور مجھے بڑھاپے میں شادی کرنے میں غیرت (شرم) آتی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ تمہارے یتیم بچوں کی پرورش کے لئے یہ انتظام کر رہا ہوں۔ نکاح تو محض ایک شرعی ضرورت ہے۔

سیدہ ام سلمہ اپنے شوہر ابو سلمیٰ کے ساتھ ابتداء رسالت میں ایمان لے آئی تھیں۔ اور کفار مکہ کے ظلم سے گھبرا کر حبشہ کو ہجرت کرنے والے صحابہ کے ساتھ حبشہ چلی گئی تھیں۔ اور انہی کے ساتھ مدینہ تشریف لائیں۔ آپ حضور کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔

سیدہ میمونہؓ ۔ آپ حضور کے چچا حضرت عباس کی سالی تھیں۔ غالباً فتح مکہ کے موقعہ پر آپ بیوہ ہو گئیں۔ آپ کی پرورش اور کفالت کیلئے حضرت عباس نے سفارش کی اور آپؐ نے قبول فرمایا ۔ اس سے چچا چچی کے کے علاوہ موصوفہ کے خاندان بنو ہلال کے افراد بھی مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کا عمر رسیدہ ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ آپ حضور کی چچی کی بہن تھیں۔ اور عبداللہ بن عباس کی خالہ تھیں۔

ان کے بچوں کا تذکرہ نہ ملنا اور ان کے شوہر کے نام میں راویوں کا شک کہ خویلب بن عبدالعزیٰ تھا یا فردہ بن عبدالعزیٰ۔ یعنی یہ ابولہب کی بہو تھیں۔ جس کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ نکاح محض تالیف قلوب اور کفالت کے لئے کیا گیا۔ کہتے ہیں حضور نے حالت احرام میں آپ سے نکاح کیا۔ حالانکہ امت کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ نیز سورہ احزاب کے امتناعی حکم کے بعد ہم اسے ازدواج و نکاح کا مرتبہ نہیں دے سکتے۔ اور یہی حال دیگر خواتین کا ہے۔ جو بعد کو خانہ اقدس میں آئیں تشنہ

سیدہ جویریہ۔ روایت ہے کہ جویریہ غزوہ مریسیع میں مالِ غنیمت میں آئیں۔ کیونکہ مقتولوں کے بیوی بچوں کی پرورش بھی اسلامی معاشرے میں حکومت کو کرنی ہوتی تھی۔ انہیں بھوکوں مرنے یا بھیک مانگنے کے لئے نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ جویریہ حضرت ثابت بن قیس کو دی گئیں۔ ایک دن یہ حضورؐ کے پاس آئیں اور فرمایا۔

یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ ثابت نے مجھ سے مکاتبت کی ہے۔ اور ۹ اوقیہ طلب کرتے ہیں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ تاکہ میں آزادی حاصل کر لوں۔ حضور نے وہ رقم دیدی اور ان کو آزاد کرا دیا۔

بخاری کی روایت ہے کہ پھر ان کی خاندانی شرافت کے خیال سے خود نکاح کر لیا۔ مگر یہ بات محل نظر ہے۔ ممکن ہے موصوفہ نے حضور کے گھر رہنے کو ترجیح دی ہو۔ اور ثابت سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہو۔

۴ سیدہ صفیہ۔ مؤلف سیرت ابن ہشام۔ بخاری سے سو سال پہلے کی کتاب سیرت ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتا ہے۔

جب رسول اللہ نے قموص بنو ابوالحقیق کا قلعہ فتح کیا۔ تو آپ کے پاس صفیہ بنت حیی بن اخطب اور ایک عورت کو لایا گیا۔ اُدھر سے بلال کا گذر ہوا۔ اور بلال ہی مقتولین کی لاشوں پر چل کر انہیں لائے تھے چنانچہ صفیہ کی ساتھی عورت نے بلال کو دیکھا تو چیخنے اور منہ پیٹنے لگی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اس شیطانہ کو میرے پاس سے اٹھا دو۔ اور صفیہ کو لاؤ۔ صفیہ سمٹی ہوئی رسول اللہ کے پیچھے آئیں۔ آپ نے ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ تو مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ آپ نے انہیں اپنے لئے منتخب فرمایا ہے۔ پھر بلال سے کہا جس وقت تم عورتوں کو لیکر ان لاشوں پر سے گذرے تو کیا تمہارے دل سے رحم کا مادہ سلب ہو چکا تھا۔"

(دیکھئے کیا اس عبارت کا ہر لفظ مجوسی زادوں کے دلوں کے بغض و نفرت کا اعلان نہیں کر رہا ہے۔) آگے لکھتے ہیں۔

تیسری صدی ہجری میں بخاری صاحب کی رنگ آمیزی ملاحظہ فرمایئے۔

۳ - روایت خیبر کے مال غنیمت میں صفیہ بھی آئیں۔ا

۵ - دیگر از انس - لوگوں نے کہا۔ یہ حضور کی بیوی ہو گی یا باندی، پھر کہا اگر صفیہ کے واسطے پردہ کیا تو سمجھو بیوی ہے۔ ورنہ باندی ہے۔ جب آپ نے کوچ کیا تو صفیہ کے واسطے اونٹ پر جگہ کر کے پردہ ڈال دیا۔

۶ - دیگر۔ انس - صفیہ پیچھے بیٹھی تھی۔ راستے میں اونٹ کا پاؤں پھسل

گیا۔ اور دونوں گر پڑے۔ میں نے کہا ہائے عورت۔ ابو طلحہ نے اونٹ سے اتر کر کہا یا رسول اللہ چوٹ تو نہیں آئی۔ آپ نے کہا نہیں صفیہ کو سنبھالو ابو طلحہ نے منہ پر کپڑا ڈالا اور صفیہ کے پاس گئے۔ اور وہ کپڑا ان پر ڈال دیا وہ کھڑی ہو گئیں۔ ابو طلحہ نے اونٹنی کسی اور پھر دونوں سوار ہو گئے۔
بخاری ج ۳ ص ۲۵۹ ۔

ان روایات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سیدہ صفیہ محض کنیز کی حیثیت سے آئی تھیں۔

تاہم ہمارے لئے حضور کی کنیزیں بھی ہماری ماؤں سے بڑھ کر قابل احترام ہیں۔ ہم ان کو بھی ام المومنین کہتے ہیں۔ لیکن آپ کی ازواج مطہرات چار سے زیادہ نہ تھیں۔ دوسری خواتین کفالت و پرورش کے لئے کاشانہ نبوی میں داخل ہوئیں۔ جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے۔ اور خاص کر جنگ احزاب کے بعد مزید نکاح کی نہ اجازت تھی نہ حضور کر سکتے تھے۔ یہ محض مجوسیوں کی شرارت ہے کہ آج مسلمان آپ کی لاتعداد ازواج کی روایتوں کو باور کر کے بھی خود کو گمراہ نہیں سمجھتے

# کتابیات


عجمی ماخذ ۱ - امہات المومنین از محمود احمد صواف
۲ - بحار الانوار و حیات القلوب
۳ - سیرت النبی ابن ھشام
۴ - سیرت النبی طبری
۵ - صحیح بخاری امام بخاری
۶ - مشکوٰۃ اکمال فی اسماء الرجال
۷ - تاریخ اسلام جسٹس امیر علی

اسلامی ماخذ ۸ - تلبیس ابلیس امام ابن جوزی
۲ - زاد المعاد حافظ ابن قیم
۳ - کتاب التوحید شیخ الاسلام محمد عبدالوہاب نجدی
۴ - شمائل نبوی شاہ ولی اللہ دہلوی
۵ - وقائع زندگانی ام ہانی - علامہ محمود احمد عباسی
۶ - ارمغان عجم اور سبائی سبز باغ از مولف
۷ - موطا امام مالک و امام محمد
۸ - قرآن حکیم ترجمہ فتح محمد جالندھری

مستشرق - ۱ - تاریخ ملت عرب - پروفیسر فلپ حتی